حیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے

اہم اخلاقی وعملی مفید گوشے



مؤلف

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز بیعت

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

حیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے

اہم اخلاقی و عملی مفید گوشے

مؤلف

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

﴿خلیفہ ومجاز بیعت﴾

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا حکیم ذکی الدین صاحبؒ پرنامبٹی

خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ

خلیفہ ومجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

مخلص اور طالب حق کو طباعت کی اجازت ہے

اگر کوئی نیکی کا طالب اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں اس کتاب کو منتقل کرنا چاہے تو اجازت ہے۔

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہم اخلاقی وعملی مفید گوشے

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

کمپیوٹر وکتابت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبداللہ علاء الدین قاسمی

صفحات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔199

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کے پتے

☆ قاری عبدالعلاّم صاحب، C-178 تیسری منزل نزد چاند مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی۔95)

☆ حاجی عبدالغنی صاحب، A-330 نزد مرکزی جامع مسجد پُرانی سیما پوری (دہلی۔95)

☆ قاری مطیع الرّحمٰن صاحب، اتوار بازار، نزد مدینہ مسجد، اگر نگر مبارک پور، (نئی دہلی)

☆ محمد اسلم وحافظ عبدالعزیز صاحب، چمن جنرل اسٹور 1981 گلی قاسم جان بازار لال کنواں، نزد ہمدرد دواخانہ (دہلی-6)

KHANQUAH E ASHRAFIA

Maktaba Rahmat E Alam

Rahmani Chowk Pali Darbhanga

CONTACT US

Q Abdul Allam:7858876142

Q Mutiur Rahman: 8882919635

Dr Asif Sahab:9312156503

Sagar Sahab:9211485224

Email: Abdullahdbg994@gmail.com

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آتے ہی کائنات میں بہار آگئی

حضور پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و پاکیزہ ترین زندگی پر لکھنے کا حق آج تک کسی سے ادا ہوا ہے نہ ہوگا، مشاہدہ ہے کہ جب قوم اور ملک میں کسی عظیم اور مقدس شخصیت سے لوگ ملتے ہیں تو ان کے ادب و احترام کے پیش نظر ان کا نام نہیں لیتے، بلکہ فلاں صاحب، حضرت صاحب، ماسٹر صاحب، انجینئر صاحب، اور حاکم وقت وغیرہ کے آداب سے ان کا ذکر کرتے ہیں، اور جس میں جتنا ادب ہوتا ہے اتنا لحاظ کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کو قرآن پاک نے جس انداز میں پیش کیا ہے اس کو پڑھنے کے بعد یقینا آپ کے نام لیواؤں اور عاشقوں کے لئے بڑی آزمائش کی بات ہوجاتی ہے کہ آپ کا تذکرہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک کس انداز میں لیا جائے، جب آیت کریمہ۔

یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُکُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ، إِنَّ الَّذِینَ یَغُضُّونَ أَصْوَاتَھُمْ عِندَ رَسُولِ اللہِ أُولَٰئِكَ الَّذِینَ امْتَحَنَ اللہُ قُلُوبَھُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَھُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِیمٌ۔ (سورۂ حجرات)

نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ جیسے شیر دل، جن کی دھاڑ سے مکہ کی وادیاں گونج اٹھتیں تھیں، جن کی ایک صدائے فلک شگاف پر مکہ میں زلزلہ آ جاتا ہے، جن کی گرجدار آواز سے مکہ کے کوہ پیکر سرداروں کے دلوں میں کھلبلی مچ جاتی تھی، یکسر خاموش اور گنگ ہو

جاتے ہیں، شجاعت وبسالت میں یکتائے روزگار ہونے کے باوجود بھی، ہمت وحوصلے بارگاہ رسالت میں لب کشائی سے جواب دے دیتے ہیں، چاہے جس حوصلہ کے صحابی بھی ہوں، آپ کے اسم مبارک کولب پہ لانا ان کے لئے پربت وپہاڑ سے زیادہ ثقیل ہوجاتا تھا، ہر صحابی صرف یا رسول اللہ سے ہی مخاطبت فرماتے تھے۔

دنیا کے ہر قائد، ورہبر پر تحریر کرنا آسان ہے خواہ وہ کیسا ہی مرتبہ والا ہو، مگر سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات اور کمالات کے کسی بھی پہلو پر قلم اٹھانا پہاڑ کی چوٹی کو سر کرنے سے کم نہیں۔ اس لیے کہ آپ کا علمی مقام ہو، یا عملی، ہر شعبہ زندگی کوہ وکہسار کی بلندی سے برتر اور بڑھ کر ہے، کوئی بھی صاحب علم، کیسا ہی کہنہ مشق مصنف ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر قلم اٹھانے سے پہلے حیرت کی وادی میں خود کو مسلسل حیران دیکھنے لگتا ہے، اور یہ اس کے بس سے باہر کا کام محسوس ہونے لگتا ہے، مگر جوں ہی قلم میں جنبش ہوتی ہے عشق رسالت کی ادنی جھلک میں یہ برکت ظاہر ہوتی ہے کہ مضامین کے آبشار ابلنے لگتے ہیں، قلم کا مسافر مایوسیوں کے خارزاروں سے نکلتا ہوا امیدوں اور رحمتوں کے مرغزاروں میں پہنچ جاتا ہے، اور پھر بیخودی کے عالم میں اس کی نوک قلم سے سیرت رسول پر مضامین کی گلریزیاں شروع ہوجاتی ہیں۔

خداوند قدوس وحدہ لاشریک لہ کے نام کے بعد کائنات کا سب سے مبارک ترین نام آپ صلی اللہ وسلم کا ہی ہے، اتنا عظیم اور اتنا رفیع کہ قرآن پاک میں اللہ نے خود فرمایا: وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَک۔ اور ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کردیا۔

آیت کریمہ میں جس رفعت کا ذکر ہے وہ ایسی رفعت، ایسی رفعت ہے جو ہمارے ذہن ودماغ سے وراء الوراء اور نہایت بالاتر ہے، جس کا بہتر علم اللہ ہی کو ہے، اہل ایمان کے ہر عمل اور ہر مقام اور شب وروز کی تمام ساعات میں آپ کا نام مبارک درود شریف کے ذریعے

سے تمام مومنین کی زبانوں پر ہمیشہ جاری ہوتا رہتا ہے، خدائے وحدہ لاشریک لہ کے ذکر کے بعد کائنات میں سب سے زیادہ آپ ہی کا نام لیا جاتا ہے، اور آپ کے لیے دعا کی جاتی ہے، خود اللہ تعالی آپ پر درود فرماتے ہیں، اور تمام مسلمانوں کو درود کا حکم بھی فرماتے ہیں، مختصر یہ کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا نام نامی اسم گرامی کتنا عظیم اور کتنا مبارک ہے۔ صحیح معنی میں ہم ناپاک اور بے زبان ہزار بار بھی مشک وگلاب سے اپنے منہ کو دھولیں پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس نام اور ذکر مبارک کا حق ادا نہ ہوگا اور نہ ہی زبان اس قابل اور لائق ہوسکے گی، اسی لئے صاحب حال شاعر ہمام الدین علاء تبریزی نے حق کہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن بے ادبیست

بیشک اس پاک، مقدس، محترم، مبارک اور ہر دلعزیز اور عظیم ہستی کا تذکرۂ جمیل اور ذکر شریف کو تحریر کی زینت و رونق بنانے کی سعادت جسے بھی ملتی ہے اس کے صحن حیات میں ہر چہار سو رحمتوں کے جھونکوں کی بھینی بھینی خوشبوئیں پھوٹنے لگتی ہیں۔

قلب وجگر کی ویراں وادی میں صبح خنداں پیام بہار لا کر دل ونگاہ کو عید سعید جیسی انمول خوشیاں عطا کرنے لگتی ہے، قلم، کاغذ، اور محل تحریر، سب اس بہار آفریں خوشیوں کی بارات میں نہا اٹھتے ہیں، زندگی کے آنگن میں مسرت وفرحت کے کنول کھل جاتے ہیں، روح کو نئی زندگی، نئی توانائی، نئی روشنی، اور نئی حرارت وطراوٹ محسوس ہونے لگتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک جس دم بھی کیجئے ایسا محسوس ہوگا کہ ہمارے گرداگرد رحمتوں کے باغ لگ گئے ہوں، جس میں آرزوؤں، اور امیدوں کی کلیاں چٹک رہی ہوں، سنبل ولالہ اور گل نسریں وریحان کی گویا کیاریاں سج گئی ہوں، اللہ کی رحمتوں نے گویا ہمارے سروں پر

اپنی عظیم و وسیع چادر تان دی ہو، اور جوں جوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطر بیز ذکر کے مبارک لمحات بڑھتے جاتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر لمحہ اپنے ساتھ خوشیوں کا قافلہ لیکر لوٹ رہا ہو، بے شک ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باد بہاری دل کی زمین کو شاداب جنت میں تبدیل کر دیتی ہے، اسی لیے کسی نے خوب کہا ہے ؂

مدت کے بعد درد کا درما ملا ہمیں
صحرائے زندگی میں گلستاں ملا ہمیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے اس دنیا کی حالت بالکل ایسی تھی جیسے سیاہ رات ہو، نہ کسی کو صحیح راستہ کا علم تھا، نہ منزل حقیقی کا کوئی نشان و پتہ، نہ سیاہ اور سفید کی تمیز، نہ اچھے اور بُرے کا فرق، نہ کسی کے دل میں دین کا فکر و درد تھا، نہ خدا اور اس کے احکام سے کوئی سروکار، ہر قوی ضعیف پر مسلط، اور ہر طاقتور کمزور پر حاوی، یعنی اندھیر نگری تھی، اور چوپٹ راجاؤں کا دور دورہ تھا، امیر غریب کو حقیر و ذلیل سمجھتا، اور مسکین و شریف بے کسی و بے بسی کی زندگی جینے پر مجبور تھے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا جاہلانہ اور ظالمانہ نظام زندگی تھا، انسان جہالت وضلالت کی ظلمتوں میں صحرا و بیاباں کے حیران و پریشان مسافر کی طرح زندگی کا سفر طے کر رہا تھا، لوگوں کے دکھ درد اور پریشانیوں کو دور کرنے والے کم، اور بڑھانے والوں کی تعداد زیادہ تھی، ہر طرف رعونت و بربریت اور قساوت قلبی کا ماحول گرم تھا، ایسی ویراں اور اجڑی ہوئی انسانی کائنات میں محسن انسانیت، پیکر اخلاق و کرم، رحمت عالم، خاتم الانبیاء والمرسلین، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورود مسعود، خزاں کے بعد پیام بہار کی آمد اور رات کے بعد راحتوں اور خوشیوں اور امیدوں سے بھری ہوئی صبح روشن کی تمثیل سے بھی بڑھ کر تھا۔ آفتاب ہدایت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طلوع ہوتے ہی جو زندگی خزاں رسیدہ چمن کے مانند اپنی بے رونقی و بے نوری پر ماتم کر رہی تھی، وہ گلستان حیات اور چمنستان کائنات میں تبدیل ہوگئی۔

جس صبح حسین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی اس ظلمت کدہ میں تشریف لائے ،اس مبارک ساعت کی تصویر کی دنیا کا بڑے سے بڑا مصور، بڑے سے بڑا مصنف ، اور بڑے سے بڑا حکمت ودانش اور عقل وخرد کا حامل انسان ہی کیوں نہ ہو، کوئی منظر کشی نہیں کرسکتا۔

اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ جس مبارک ساعت میں آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلوع ہوئے ، سارا جہاں نور ونکہت اور رونق وجمال سے حسین ومنور ہوگیا، پوری دنیا اندھیرے سے روشنی میں آگئی ،کائنات کے ذرے ذرے سے بہاروں کا پیام آنے لگا ،باغ عالم میں ہر چہارسمت شادابی وہریالی آگئی ،دلوں کی اجڑی ہوئی بستیاں آباد ہوگئیں ،مکین ومکان سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے برکتوں میں ڈوب گئے ،کائنات کی ہرشئ کی زبان پرحمد وشکر کے نغمے جاری ہوگئے، اورزبان حال سے ہرشئ کی یہ صدائے دلنواز آنے لگی کہ ؎

تمہارے دم سے رونق ہے چمن کی باغباں تم ہو
بہار زندگی تم ہو بہار گلستاں تم ہو

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح وثنا اوراوصاف واخلاق کو بیان کرنے کیلئے عمر طویل بھی حاصل ہوجائے اور ہزاروں اوراق بھی لکھے جائیں تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ اوراوصاف وکمالات کو بیان کرنے والا اور لکھنے والا عاجز تو ہوسکتا ہے ،لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرۂ جمیل کا سلسلہ مکمل نہیں ہوسکتا،اسی لئے سلطان الہند خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے عزیز ترین خلیفہ طوطی ہند امیر خسروؒ نے بھی اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے اسی پر اکتفا کردیا کہ ؎

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں تمام انبیاء کرام کے محاسن اورخوبیاں موجود ہیں، ان کے

سارے علوم سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کونوازا گیا، اوروہ جملہ صفات جوان حضرات انبیاء کی تھیں ان سے بھی آ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کومزین کیا گیا، اس لئے ایسے پیغمبر کو جو مجموعۂ محاسنِ انبیاء ہیں ضرور اپنا آئیڈیل بنائیں، آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات اور ہدایات سے پوری پوری روشنی حاصل کریں، اگر زندگی کوخوش حال و پرسکون اورآخرت کو کامیاب اور بہتر بنانا ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور دل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کا عزم وارادہ کرلیں، کیونکہ زندگی کے ہر شعبہ میں رحمتوں کا ظہور اور برکتوں کا حصول آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی سچی وعملی محبت واتباع ہی پر منحصر ہے، اس کے علاوہ اگر غیروں کے تہذیب وتمدن کی راہ کو کوئی اختیار کرتا ہے تو ہرگز وہ کامیاب نہیں ہوگا، بلکہ زندگی کے ہرمیدان میں حیران و پریشان ہی رہے گا، اسی لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر فرمادیا تھا ؎

من لم یؤ دبه دین المصطفے ادباً

محضاً تحیر فی الاحوال واضطراباً

جس انسان کو دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آداب حیات کی تعلیم نہ ملی، وہ زندگی کے تمام احوال ومسائل اورتمام مقامات میں مضطرب، بیچین، اور حیران وسرگرداں رہے گا، اس کی زندگی ہرگز ہرگز خوشیوں میں نہیں گذر سکتی، اس لئے جو شخص بھی دنیا میں کامیابی، راحت، سکون، وقار، عزت، رفعت، نجات، اور خدا کے روبرو روز قیامت سرخروئی کی تمنا رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے کا طریقہ معلوم کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع پر خود کو عامل وآمادہ کرے، کیونکہ اتباع نبوی کے بغیر نہ کوئی عالم کامیاب ہے، نہ کوئی حاکم کامیاب ہے، نہ کوئی بادشاہ ؎

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
ہو اگر اسی میں خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

زندگی کو دینی اور خود کو دیندار و فرمانبردار بنانے کیلیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عملی محبت ضروری ہے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے کا طریقہ معلوم نہیں اس کیلیئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کو پانا ممکن ہی نہیں، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے محرومی ہوگی تو پھر وہ انسان ناقص تو ہوسکتا ہے، کامل نہیں۔

اور اتباع بھی سب کو نصیب نہیں ہوتا جس کے اندر واقعتاً انسان بننے کا شوق، کامیاب وصالح مسلمان بننے کی تمنّا، اور ہر دل عزیز اور طاقتور قائد، ورہبر بننے کی آرزو اور شوق فراواں ہو اسے ہی یہ دولت حاصل ہوتی ہے، یہ عظیم دولت اسی خوش نصیب کو حاصل ہوتی ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی پوری عظمت، سچا خوف، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وتعلیمات اور آخرت پر پورا یقین ہو۔اسی لئے شاعر اسلام علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا۔

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات وسیرت پر یہ چند سطور گلہائے گلشن رسالت سے ہدیہ ناظرین اس نیت سے کردئے گئے ہیں کہ مستقبل میں اس ناچیز کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مداحوں وثنا خوانوں یا کم از کم سیرت کے مصنفین کے ناقلین میں ہی شامل فرما کر نظر کرم فرمادیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشقوں اور مشتاقوں کو بروز قیامت شرف عنایت ربانی حاصل ہو تو رحمت خداوندی کی کچھ چھینٹیں اس ننگ خلائق کو بھی نصیب ہو جائیں۔

زیرنظر کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ سے متعلق چند مضامین نہایت عجلت میں رقم کئے گئے ہیں، اگر زندگی نے وفا کی اور قسمت نے یاوری کی تو ان شاء اللہ سیرت پر ایک دوسری تحریر بفضلہٖ تعالیٰ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی۔

(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی، گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

بروز بدھ، ۷ صفر المظفر، ۱۴۴۳ھ

مطابق ۱۵ ستمبر ۲۰۲۱ء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کی صحیح تاریخ

قدیم زمانہ سے یہ بات مشہور ومعروف ہے کہ آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش پیر کے دن ۱۲ / ربیع الاول کو ہوئی۔ اور ۱۲ / ربیع الاوّل کو برصغیر میں حکومت کی طرف سے چھٹیاں بھی ہوتی ہیں؛ مگر افسوس کہ کچھ لوگ تاریخ ولادت کے بارے میں ایک مہم چلائے ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ۱۲ / ربیع الاول کو نہیں ہوئی؛ بلکہ آٹھ (۸) یا نو (۹) کو ہوئی، اور کچھ مصنّفین کے اقوال دلیل میں پیش کرتے ہیں؛ مگر سچ بات یہ ہے کہ جمہور علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش ۱۲ / ربیع الاول ہی ہے۔ سینکڑوں علماء کے اقوال کتابوں میں موجود ہیں۔ لہٰذا صحیح تاریخ ولادت کے متعلق علماء امت کے اقوال کا نقل کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ۱۲ / ربیع الاول کو ہوئی۔

(۲) مشہور مؤرخ امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وُلِدَ رسولُ اللّٰه صلى الله عليه وسلم يومَ الاثنين لاثنتى عشرة (١٢) ليلةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ ربيعِ الأول عامَ الفيل۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۱ / ۲۸۴، تاریخ الطبری ۲ / ۱۵۶، مستدرک حاکم ۴۱۸۲، شعب الایمان للبیہقی ۱۳۲۴، الکامل فی التاریخ لابن الاثیر ۱ / ۲۱۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ربیع الاول کی بارہویں رات عام فیل ۵۷۱ عیسوی میں ہوئی۔

(۳) مشہور مؤرخ ومحدث امام ابوحاتم ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ ہجری لکھتے ہیں:

وُلِدَ النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عامَ الفیل یومَ الاثنین لاثنتی عشرۃ ۱۲ لیلۃً مَضَتْ من شھر ربیعِ الأول۔ (السیرۃ لابن حبان ۱ / ۳۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ربیع الاول کی بارہویں رات عام فیل ۵۷۱ عیسوی میں ہوئی۔

(۴) امام ابوالحسن ماوردی شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۵۰ ہجری لکھتے ہیں:

وُلِدَ بعدَ خمسین یوماً من الفیل وبعدَ موتِ أبیه فی یومِ الاثنین الثانی عشر من شهر ربیع الاول۔ (أعلام النبوۃ ۱/ ۲۴۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اپنے والد کے انتقال کے بعد، اور واقعہ فیل کے پچاس دن بعد پیر کے دن ۱۲/ ربیع الاول کو ہوئی۔

(۵) علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۲۳ ہجری لکھتے ہیں:

والمشهورُ أنه وُلِدَ یومَ الاثنین ثانی عشر۔(۱۲) شهر ربیع الأول، وهو قول ابن إسحاق وغیره۔ (المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ۱/ ۸۵)

ترجمہ: مشہور قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۱۲/ ربیع الاول پیر کے دن ہوئی۔ اور یہی قول حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) وغیرہ کا ہے۔

(۶) شیخ محمد بن عمر بحرقی حضرمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۳۰ ہجری) لکھتے ہیں:

قال علماء السیر: ولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی ربیع الأول یوم الاثنین بلا خلافٍ ثم قال الأکثرون: لیلة الثانی عشر۔(۱۲) منه۔ (حدائق الانوار ومطالع الأسرار ۱/ ۱۰۵)

ترجمہ: علماء سیرت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ربیع الاول کے مہینہ پیر کے دن ہوئی، اور جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ۱۲/ ربیع الاول کی تاریخ تھی۔

(۷) علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۱ ہجری لکھتے ہیں:

الأصحُّ أنه وُلِدَ بمکةَ بالشَّعَبِ بعدَ فجرِ الاثنین ثانی عشر ربیع الاول عام الفیل۔ (فیض القدیر ۳/ ۵۷۳)

ترجمہ: صحیح بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول کی صبح شعب مکہ میں واقعہ فیل کے سال پیر کے دن پیدا ہوئے۔

(۸) علامہ ابوعبداللہ محمد زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۲۲ ہجری المواہب اللدنیہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

والشهور أنه صلى الله عليه وسلم وُلِدَ يومَ الاثنين ثاني عشر ربيع الاول، وهو قول محمد بن إسحاق) بن يسار إمام المغازي، وقول (غيره) قال ابن كثير: وهو المشهور عند الجُمهور، وبالغَ ابن الجوزي وابن الجزار فنقلاًفيه الإجماعَ۔

(شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ۱/ ۲۴۸)

ترجمہ: مشہور قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بارہ (۱۲) ربیع الاول پیر کے دن ہوئی۔ اور یہی قول مغازی اور سیرت کے امام حضرت محمد ابن اسحاق بن یسارؒ (تابعی) اور دیگر اہل علم کا ہے، علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جمہور کا یہی قول ہے، علامہ ابن جوزیؒ اور ابن جزارؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

(۹) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۲ ہجری لکھتے ہیں:

جمہور کے قول کے موافق بارہ (۱۲) ربیع الاول تاریخ ولادت شریفہ ہے۔ (ارشاد العباد فی عید المیلاد، ص ۵)

(۱۰) حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۳ ہجری) لکھتے ہیں:

پیدائش ۱۲ / تاریخ، ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو اکہتر (۵۷۱) برس بعد ہوئی۔ سب گھر والوں کو اس بچے کے پیدا ہونے سے بڑی خوشی ہوئی۔ (رحمت عالم، ص ۱۵)

(۱۱) حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۶ ہجری صدر مفتی دارالعلوم دیوبند و مفتی اعظم پاکستان لکھتے ہیں:

الغرض جس سال اصحابِ فیل کا حملہ ہوا، اس کے ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ روز دوشنبہ دنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد، لیل ونہار کے انقلاب کی اصل غرض، آدم علیہ السلام اور اولاد آدم کا فخر، کشتی نوح علیہ السلام کی حفاظت کا راز، ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور موسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروزِ عالم ہوتے ہیں۔ (سیرت خاتم الانبیاء، ص ۱۱)

(۱۲) مولانا سید ابوالاعلی مودودی متوفی ۱۳۹۹ ہجری لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ربیع الاول میں ہوئی، ولادت پیر کے روز ہوئی، یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کے سوال پر بیان فرمائی، (صحیح مسلم بروایت قتادہ)، ربیع الاول کی تاریخ کون سی تھی؟ اس میں اختلاف ہے؛ لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ ۱۲ / ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے، اسی کی تصریح محمد بن اسحاق نے کی ہے، اور جمہور اہل علم میں یہی تاریخ مشہور ہے۔ (سیرت سرور عالم، جلد دوم، صفحہ ۹۳، ۹۴)

(۱۳) حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ (صدر مفتی دار العلوم دیوبند) (متوفی ۱۴۱۷ ہجری) لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب سے ہوئی، جو بنی زہرہ کے خاندان سے تھیں، اس مبارک ومسعود شادی کے بعد شہر مکہ میں حضرت آمنہ کے بطن سے دوشنبہ ۱۲ / ربیع الاول مطابق ۲۰ / اپریل ۵۷۱ عیسوی کی صبح کے وقت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ظہور پذیر ہوئی۔ (گلدستہ سلام، ص ۱۸)

(۱۴) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۲۰ ہجری) لکھتے ہیں:

وَوُلِدَ رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یومَ الاثنین الیومَ الثانی عشر من شھرِ ربیعِ الأول، عامَ الفیل أسعدَ یوم طلعت فیه الشمس۔ (السیرۃ النبویہ، ص ۱۱۱)

(۱۵) فتاویٰ لجنہ دائمہ میں ہے:

وُلِدَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یومَ الاثنین لاثنتی عشرۃ (۱۲) لیلۃً مَضَتْ مِن شھرِ ربیعِ الاول عامَ الفیل۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ، فتوی رقم ۴۷۴ ۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ربیع الاول کی بارہویں رات عام فیل (۵۷۱ عیسوی) میں ہوئی۔

طوالت کے خوف سے صرف پندرہ علماء کے اقوال پر اکتفا کیا گیا ہے۔نو (۹) ربیع الاول کے قول کی تردید میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع کی کتاب سیرت خاتم الانبیاء کے حاشیہ میں اس طرح لکھا ہے: مشہور قول بارہویں (۱۲) تاریخ کا ہے؛ یہاں تک کہ ابن الجزارؒ نے اس پر اجماع نقل کر دیا ہے، اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا ہے، اور محمود پاشا علی مصری نے جونویں تاریخ کو بذریعۂ حساب اختیار کیا ہے، یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہِ اختلافِ مطالع ایسا اعتماد نہیں ہوسکتا ہے کہ جمہور کی مخالفت اس بناء پر کی جائے۔ (حاشیہ سیرت خاتم الانبیاء، ص ۱۱)

محمود پاشاہ صاحب نے حساب سے ۹ / ربیع الاول، عام فیل کو پیر کا دن قرار دیا ہے، یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے، ہمارے حساب سے ۱۲ / ربیع الاول، عام فیل مطابق ۲۳ / اپریل ۵۷۱ عیسوی کو پیر کا دن پڑتا ہے۔ (سیرت سرور عالم، جلد دوم، صفحہ ۹۴)

بعضوں نے البدایۃ والنہایۃ کے حوالہ سے ۸ / ربیع الاول کو راجح لکھا ہے۔شاید بدایۃ میں پوری بحث پڑھنے کی ان کو فرصت نہیں ملی، اسی بدایۃ میں: **قیل لثنتی عشرۃَ وَھٰذا ھو المشھورُ عندَ الجمھور** لکھا ہوا ہے۔اس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ بارہ (۱۲) ربیع الاول کا قول جمہور کا قول ہے۔رہا روایت میں **الثامن عشر** کا لفظ، بارہ ربیع الاول کے مخالف لوگوں کی مہربانی یا کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے؛ اس لیے کہ مصنف ۱۲ / ربیع الاول کے قول کی دلیل میں یہ روایت نقل کر رہے

ہیں، ۱۲ / ربیع الاول کے قول میں ۱۸ / کی روایت نقل کرنا مصنف کے مدعا کے خلاف ہے، نیز مصنف نے اپنی دوسری کتاب السیرۃ النبویۃ میں اسی روایت کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ وَ ابنِ عباسٍ أَنَّھُمَا قالَا: وُلِدَ رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم عامَ الفیل یومَ الاثنین الثانی عَشَرَ من شھرِ ربیعِ الاول۔ نیز البدایۃ والنہایہ کے مکتبہ المعارف بیروت سے شائع ہونے والے نسخہ کے حاشیہ میں اس طرح لکھا ہے: **کذا رأیتہ الثامن عشر، والصوابہ الثانی عشر۔**

وفات شریف کی تحقیق

۱۲ / ربیع الاول کو تاریخِ وفات کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن ہوئی، اور صحیح بخاری ہی کی روایت میں منقول ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کا دن جمعہ کا دن تھا، اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفہ کے اکیاسی (۸۱) دن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔ اس حساب سے ۱۲ / ربیع الاول کو پیر کا دن کسی طرح نہیں پڑتا ہے، لہٰذا علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی رائے کو ماننا پڑے گا کہ آپ کی وفات دو (۲) ربیع الاول بروز پیر کو ہوئی۔

علامہ سہیلی (متوفی ۵۸۱ھ) نے روض الانف میں، علامہ تقی الدین ابن تیمیہؒ (متوفی ۷۲۸ھ) نے منہاج السنۃ میں، علامہ شبلی نعمانی سیرت النبی میں یکم/ ربیع الاول لکھا ہے۔ اور علامہ مغلطائی، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں، شیخ محمد بن عمر بحرقی حضرمی شافعی (متوفی ۹۳۰ ہجری) نے حدائق الانوار میں، مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ (مفتی اعظم پاکستان) نے سیرت خاتم الانبیاء میں، میاں عابد احمد نے شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں دوم ربیع الاول لکھا ہے،

سیرت خاتم الانبیاء کے حاشیہ میں لکھا ہے۔تاریخ وفات میں مشہور یہ ہے کہ ۱۲ / ربیع الاول کو واقع ہوئی اور یہی جمہور مورخین لکھتے چلے آئے ہیں؛لیکن حساب سے کسی طرح بھی یہ تاریخ وفات نہیں ہوسکتی ہے؛ کیوں کہ یہ بھی متفق علیہ اور یقینی امر ہے کہ وفات دوشنبہ کو ہوئی اور یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا حج ۹ / ذی الحجہ روز جمعہ کو ہوا ان دونوں باتوں کے ملانے سے ۱۲ / ربیع الاول روز دوشنبہ میں نہیں پڑتی ؛اسی لیے حافظ ابن حجرؒ نے شرح صحیح بخاری میں طویل بحث کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ تاریخ وفات دوسری ربیع الاوّل ہے، کتابت کی غلطی سے ۲ کا ۱۲ بن گیا۔حافظ مغلطائی نے بھی دوسری تاریخ کو ترجیح دی ہے۔

بارہ ربیع الاول ۱۱ ہجری کو پیر کا دن کسی حساب سے نہیں پڑتا، اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یکم/ یا دوم ربیع الاول بروز پیر کو صحیح معلوم ہوتی ہے۔اور یہ تاریخ ۲۸ / مئی ۶۳۲ عیسوی ہوتی ہے۔جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس وقت مدینہ میں دوم/ ربیع الاول ۱۱ ہجری مطابق ۲۸ /مئی ۶۳۲ عیسوی پیر کا دن تھا اور دوسرے علاقوں میں یکم / ربیع الاول ۱۱ ہجری مطابق ۲۸ /مئی ۶۳۲ عیسوی پیر کا دن ہوگا۔اس حساب سے یکم/ اور دوم ربیع الاول کا اختلاف ختم ہوگا۔غرض ہر جگہ پر پیر کا دن تھا اور ۲۸ /مئی ۶۳۲ عیسوی کی تاریخ تھی ،ہجری تاریخ مختلف ملک میں مختلف ہوسکتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ بچپن سے نبوت تک

اللہ عزوجل نے اپنی خاص حکمت کے پیش نظر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشری عنصر تو عطا کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی خصوصیات وکمالات سے نوازا جن سے آپ کی ذات اور آپ کی زندگی ہر پہلو سے ممتاز ہوگئی ،اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انسانی رہبری کے لیے وحی الٰہی کا نزول

ہونا تھا اور آپ کے ذریعہ لوگوں تک ہدایت پہونچا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امام ومقتدا اور آپ کی سیرت طیبہ کو اسوہ بنانا تھا اس لیے اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کو ہر برائی سے پاک رکھا اور قدم قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ اس لیے نبوت کے بعد ہی نہیں بلکہ نبوت سے پہلے بھی بچپن اور جوانی دونوں میں گناہ ومعصیت اور انسانی شخصیت کو داغدار کرنے والے گھٹیا قسم کے اعمال وافعال سے آپ محفوظ ومعصوم رہے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس معاشرہ میں پروان چڑھے اور جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بچپن اور جوانی کا وقت گزارا اس میں زنا کاری، فحاشی، شراب نوشی، سود وقمار، ناچ گانا اور دیگر ہر قسم کی برائیاں عروج پر تھیں، بلکہ بہت سی برائیاں لوگوں کی شرافت وتہذیب کی علامت بن چکی تھیں، ایسے معاشرہ میں تمام تر برائیوں سے محفوظ رہنا اور کسی معمولی سے معمولی برے عمل سے اپنی سیرت کو داغدار نہ ہونے دینا یہ بڑے کمال کی بات ہے؛ کیونکہ عام انسانی فطرت ہے کہ انسان جس معاشرہ میں آنکھیں کھولتا ہے، اور پروان چڑھتا ہے اس معاشرہ سے ضرور متأثر ہوتا ہے اور اس کی رائج اور عام برائیوں سے نہیں بچ پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہونے کے باوجود اپنے اطراف کے ماحول سے متأثر ہو کر بے راہ روی اور بددینی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اور اس پر اس کا اتنا گہرا رنگ چڑھتا ہے کہ وہ پوری زندگی اسی باطل دین کی پیروی میں گزار دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ۔ (بخاری: ۱۳۵۸)

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں''۔

اس عام انسانی عادت کے برخلاف اللہ نے اپنے نبی کو معاشرہ میں رائج ہر قسم کی برائی سے محفوظ رکھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معصیت سے مکمل محفوظ رکھنے کی خاطر بچپن میں ہی شق صدر کرا کر مادۂ معصیت کو دل سے نکلوا دیا تا کہ ارادہ معصیت سے بھی قلب نبوی کو پاک ہو، اور اس پاک دل کو شیطان کبھی بھی اپنے زہر سے گندہ نہ کر سکے اس کے لیے قلب تک شیطان کی رسائی کی راہ مہر نبوت کے ذریعہ سے پہلے سے ہی بند کر دی گئی تھی، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مہر نبوت کے ساتھ ہوئی اور جس جگہ مہر نبوت تھی وہی جگہ ہے جہاں سے شیطان قلبِ انسانی تک وساوس منتقل کرتا ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے منقول ہے کہ کسی شخص نے اللہ عزوجل سے درخواست کی کہ اے اللہ مجھ کو شیطان کے وسوسے کا راستہ دکھلا کہ وہ کس راہ سے آ کر آدمی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے تو من جانب اللہ دو شانوں کی درمیانی جگہ جو قلب کے مقابل بائیں جانب ہے وہ دکھلائی گئی کہ شیطان اس راہ سے آتا ہے اور جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ فوراً پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ: ۱/۱۰۷)

اللہ کی خصوصی نگرانی اور حفاظت کی برکت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نبوت سے قبل (نہ بچپن میں اور نہ ہی جوانی میں کسی بھی وقت کسی بھی حال میں) کوئی ایسا کام صادر نہیں ہوا جس کو بنیاد بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں اور حاسدوں کو آپ کی شخصیت پر انگلی اٹھانے کا موقع ملے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بچپن میں بھی شرک و بت پرستی سے دور رکھا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے مکہ شرک و کفر اور بت پرستی کا اڈہ تھا، حتی کہ خانہ کعبہ میں مختلف اقوام اور قبائل کے ۳۶۰/بت رکھے ہوئے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت بچپن ہی سے توحید کی خوگر تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفر و شرک اور بت پرستی سے ہمیشہ متنفر اور بیزار رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ﷺ نے کبھی کسی بت کو پوجا؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے کبھی شراب پی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ میں ہمیشہ سے ان چیزوں کو جس میں یہ لوگ مبتلا ہیں کفر سمجھتا ہوں، اگرچہ مجھے اس وقت کتاب اور ایمان کا علم نہ تھا۔

(الخصائص الکبری: ۱/ ۱۵۰، السیرۃ الحلبیۃ: ۱/ ۱۸۲، الوسیط فی تفسیر القرآن: سورۃ الشوری: ۵۲، حدیث نمبر: ۸۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے چچازاد بھائیوں کے ساتھ اساف نامی بت (جو کہ خانہ کعبہ کے پاس تھا) کی طرف گئے، پھر نظر اٹھا کر تھوڑی دیر خانہ کعبہ کو دیکھتے رہے اور واپس آ گئے، تو ان بھائیوں نے کہا کہ آپ کو کیا ہو گیا کہ آپ واپس ہو رہے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس بت کے پاس ٹھہرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (الخصائص الکبری: ۱/ ۱۵۱)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے لہو ولعب اور جاہلانہ زندگی سے پاک رہے

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالی نے بچپن اور جوانی میں تمام برے اعمال جاہلیت اور بیہودہ لہو ولعب سے بھی محفوظ رکھا، اور جب کبھی بھی کسی رائج لہو ولعب اور عمل جاہلیت نے آپ ﷺ کو اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا فوراً عنایات ربانی اور حفاظت الہی نے آپ کو اس سے محفوظ رکھنے کا انتظام کیا، اور آپ ﷺ اس سے محفوظ رہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دو مرتبہ کے سوا جاہلیت کے اعمال میں سے کسی بھی عمل کا کبھی ارادہ نہیں کیا، اور دونوں بار اللہ نے میری حفاظت فرمائی، ایک رات میں نے قریش کے ایک جوان سے کہا کہ آج تم میری بکری کی دیکھ بھال کر دو تا کہ میں بھی جوان لڑکوں کی طرح آج رات قصہ کہانی کی مجلس میں شریک ہو سکوں، چنانچہ میں مکہ کے کنارے کے ایک گھر کے پاس پہونچا وہاں پر گانا بجانا چل

رہا تھا، میں نے پوچھا کہ کیا چل رہا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ فلاں قریش کے ایک مرد نے فلاں عورت سے شادی کی ہے اور یہ اسی کی خوشی کی محفل ہے، میں اس محفل میں کیا گیا کہ جاتے ہی میری آنکھ لگ گئی اور میں سوتا رہا یہاں تک کہ اگلی صبح سورج کی کرن سے بیدار ہوا۔ جس جوان کو میں نے بکری کی حفاظت کی ذمہ داری دی تھی اس نے گذشتہ رات کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے ساری بات بتائی، اور اگلی رات جانے کے لیے دوبارہ اسے بکری کی دیکھ بھال کرنے کو کہا، اور رات میں دوبارہ ادھر گیا، لیکن پھر آنکھ ایسی لگی کہ سورج نکلنے کی بعد ہی میں بیدار ہوا، اللہ کی قسم اس کے بعد کبھی بھی کسی عمل جاہلیت کا میں نے ارادہ نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ نے مجھے نبوت عطا کر دیا۔ (صحیح ابن حبان: ۶۲۷۲، حسنہ ابن حجر وشعیب الارناؤط)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل بھی بتوں کے نام پر ذبح کئے گئے جانور کا گوشت نہیں کھایا

زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام پر جانوروں کو ذبح کرنے کا عام رواج تھا، لیکن اس ماحول میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کے کھانے سے ہمیشہ بچتے رہے اور کبھی ایسا گوشت تناول نہیں فرمایا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات زید بن عمر بن نفیل سے ''بلدح'' کے نشیبی وادی میں ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گوشت پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس جانور کا گوشت نہیں کھاتا ہوں جسے تم لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو، میں صرف اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت ہی کھاتا ہوں۔ (بخاری: ۳۸۲۶)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ بھی کبھی نہیں کھائی

بوقت ضرورت صرف اللہ کے نام وصفات کی قسم کھانے کی اجازت ہے، زمانۂ جاہلیت

میں مشرکین اپنے باطل بتوں کے ناموں کی قسم کھایا کرتے تھے، اور اسی کا عام رواج تھا، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن و جوانی دونوں ہی میں اس شرکیہ عمل سے متنفر اور بیزار رہے اور اس سے اجتناب کرتے رہے، جس کی واضح دلیل وہ واقعہ ہے جو شام کے سفر میں بحیرا راہب سے ملاقات میں پیش آیا، امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں، ابن ہشام نے السیرۃ النبویہ میں اور طبقات میں ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲/سال عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ شام کے سفر پر نکلے، جب شہر بصری کے قریب پہونچے تو وہاں پر ایک نصرانی راہب جرجیس (بحیرا) سے ملاقات ہوئی، وہ راہب آسمانی کتابوں میں مذکور نبی آخرالزماں کی علامتوں سے بخوبی واقف تھا، اس نے ان علامات کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرنور چہرہ کو دیکھتے ہی فوراً پہچان لیا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کا ذکر پچھلی آسمانی کتابوں میں مذکور ہے، اسی موقع پر اس نے مزید اچھی طرح پہچاننے اور تمام علامات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

''اے بچے تمہیں لات وعزی کی قسم دے کر میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ میں تم سے جو پوچھوں مجھے بتاؤ''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ لات وعزی کی قسم دے کر مجھ سے کچھ مت پوچھو، اللہ کی قسم مجھے ان دونوں سے اتنی نفرت ہے جتنی کسی اور چیز سے میں نے کبھی نہیں کی۔ اس کے بعد بحیرا نے کہا کہ اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میں جو پوچھوں اس کا جواب دو، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاہو پوچھو۔ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام: ۱/۱۶۶، دلائل النبوۃ: ۲/۲۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی لباس سے عاری اور بے پردہ نہیں ہوئے

عام طور پر کم عمر بچوں میں اعضاء ستر کے پردہ میں غفلت اور بے توجہی ہوتی ہے، اور

زمانہ جاہلیت میں تو اس سلسلہ میں بڑی غفلت عام تھی حتی کہ مرد و عورت خانہ کعبہ کا طواف بے لباس ہو کر کیا کرتے تھے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن اور جوانی دونوں میں بے لباس ہونے سے اجتناب کیا اور کبھی بھی اعضاء ستر کو بے لباس نہیں کیا، خانہ کعبہ کی تعمیر کے لیے حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے ساتھ پتھر منتقل کرنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصروف تھے، حضرت عباسؓ نے کہا کہ اپنی لنگی کھول کر کندھے پر ڈال لیں اور اس پر پتھر رکھیں، جوں ہی ازار کھلا آپ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو آپ کہہ رہے تھے: ازاری ازاری، (میری لنگی، میری لنگی) چناں چہ فوراً آپ کی لنگی باندھ دی گئی، حالانکہ اس وقت عام لوگوں کا حال یہ تھا کہ سب کے سب اپنی اپنی لنگیاں اتار کر پتھر کی منتقلی اور تعمیراتی کاموں میں مصروف تھے۔ (بخاری: ۱۵۸۲)

یہ بے ہوشی شدت حیا و غیرت اور اللہ کی خصوصی عنایت کی وجہ سے ہوئی اور اس طرح حیاء کے مغائر نازیبا عمل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفوظ رہے۔

مذکورہ اعمال جاہلیت کے علاوہ معاشرہ میں رائج تمام ہی برے اعمال سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچنے والے تھے اور ہر قسم کے اعلی اقدار اور عمدہ صفات کے آپ پیکر تھے، جس کی وجہ سے آپ کی شخصیت نبوت سے قبل ہی تمام لوگوں کی نظر میں بہت معتبر اور مقبول تھی اور آپ کی خوبیوں کا ہر طرف چرچا تھا، اور صادق وامین کے نام سے آپ کو موسوم کیا جاتا تھا۔

بعثت سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرکے ارشاد فرمایا: میں اور قیامت اِن دونوں کی طرح (قریب قریب) ہیں۔ بُعِثْتُ وَ السَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ۔ (بخاری: 4936)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: میں قیامت کی علامتوں کے بالکل شروع میں بھیجا گیا ہوں۔ **بُعِثْتُ فِي نَسَمِ السَّاعَةِ**۔ (سلسلة الاحاديث الصحيحة: 808)

هُوَ مِنَ النَّسِيم، أَوَّلُ هُبوب الرِيح الضَّعِيفَةِ: أَيْ بُعِثْتُ فِي أَوَّلِ أشراطِ السَّاعَةِ و ضَعْف مَجيئها۔ (النهاية لابن الاثير: 5/49)

بعثت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حراء سے لوٹے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی وحی کے نزول کے بعد خلافِ معمول جلد گھر لوٹ آئے اور آتے ہی لیٹ گئے، اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: زَمِّلُونِي۔ زَمِّلُونِي۔ یعنی ''مجھے چادر اڑھادو، مجھے چادر اڑھادو''۔ جس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چادر اڑھادی۔

کچھ توقف کے بعد جب طبیعت قدرے سنبھلی تو آپؐ نے حضرت خدیجہؓ کے سامنے تمام صورتِ حال بیان کی، اور پھر اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: **قَد خَشِيتُ عَلَىٰ نَفْسِي**۔ یعنی ''مجھے تو اپنی جان خطرے میں محسوس ہورہی ہے''۔ تب حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

كَلَّا، وَاللّٰهِ لَا يُخزيكَ اللّٰهُ أبداً، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الحَدِيثَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتكْسِبُ المَعدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيفَ، وَتُعِينُ عَلىٰ نَوَائِبِ الحَق۔ (الاحزاب/۴۶)

ترجمہ: ''نہیں نہیں! اللہ کی قسم! اللہ آپ کو ہرگز اس کام میں رسوا نہیں کرے گا، کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، مہمان نواز ہیں، محتاجوں اور غریبوں کی مدد کرتے ہیں، اور راہِ حق میں لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی تو دی، اور اس یقین کا اظہار بھی کیا کہ جب آپؐ کا اخلاق اس قدر اچھا ہے تو پھر اللہ کی طرف سے یقینا آپؐ کی حفاظت اور مدد ونصرت کا غیبی انتظام بھی ضرور ہوگا۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ بات خود ان کیلئے بھی بڑی تشویش کا باعث تھی۔ چنانچہ وہ مزید اطمینان اور تسلی کی غرض سے فوراً ہی آپؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو ظہورِ اسلام سے قبل ہی بت پرستی سے بیزار ہوکر ایک عرصے تک تلاشِ حق میں سرگرداں رہے، اور پھر تلاش وجستجو کے بعد بالآخر اپنی دانست کے مطابق اس وقت کے صحیح دین یعنی ''نصرانیت'' کو قبول کر چکے تھے، اور اکثر انجیل بھی پڑھتے رہتے تھے، انتہائی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو چکے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمراہ لئے ہوئے ورقہ کے پاس پہنچیں اور کہا کہ دیکھو یہ (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا کہتے ہیں......! اس پر ورقہ نے آپؐ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا کہ بولو بھتیجے کیا بات ہے؟ تب آپؐ نے تمام ماجرا بیان فرمایا۔ جسے سننے کے بعد ورقہ بن نوفل نے کہا: (هٰذا النّاموس الّذي أنزلَهُ اللّٰهُ عَلىٰ مُوسىٰ) یعنی ''یہ تو وہی ناموس ہے جو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب نازل کیا تھا''۔ اس کے بعد مزید کہا: يَا لَيتَنِي جَذَعاً ، لَيتَنِي أكُونُ حَيّاً اِذ يُخرِجُكَ قَومُكَ۔ (بخاری/ ۶۹۸۲)

یعنی: ''کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اُس وقت تک زندہ رہتا کہ جب آپؐ کی قوم آپؐ کو شہر سے نکال دے گی''۔ اس پر آپؐ نے حیرت وتعجب کے عالم میں دریافت فرمایا: أوَ مُخرِجِيَّ هُم؟ یعنی ''کیا یہ میری ہی قوم کے لوگ مجھے میرے شہر سے نکال باہر کریں گے؟''۔ ورقہ نے جواب میں کہا: نَعَم یعنی ''ہاں''۔ اور پھر مزید کہا: لَم يَأتِ رَجُلٌ بِمِثلِ مَا جِئتَ بِهِ اِلّا عُودِيَ۔ یعنی ''جب بھی کسی نے ایسی تعلیم پیش کی کہ جیسی تعلیم آپؐ لے کر آئے ہیں تو اس کے ساتھ ہمیشہ دشمنی ہی کی گئی ہے''۔

اور پھر محض چند روز بعد ہی ورقہ بن نوفل کی وفات ہوگئی۔

اس کے بعد جبریل امین بھی جلد دوبارہ نہیں آئے، بلکہ کچھ عرصہ گذر گیا، غالباً اس توقف میں حکمت یہ ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت پرسکون ہوجائے، اور آپؐ کا ذہن اس حقیقت کو قبول کرلے۔

اور پھر اس توقف کے بعد ایک روز جبریل علیہ السلام دوبارہ وحی لے کر آئے، اس بار وہ سورۃ المدّثر کی ابتدائی پانچ آیات لے کر آئے تھے: **يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِر ، قُم فَأَنْذِر ، وَرَبَّکَ فَکَبِّر ، وَثِيَابَکَ فَطَهِّر ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُر**۔ (المدثر ۱۔۵)

ترجمہ: اے چادر اوڑھنے والے، اٹھ کھڑے ہوجاؤ، اور آگاہ کرو، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور ناپاکی سے دور رہو۔ (کتاب التعبیر)

اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بَينَا أَنَا أَمشِي سَمِعْتُ صَوتاً مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ، فَإِذَا الْمَلَکُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاء قَاعِدٌ عَلَىٰ كُرسِيٍّ بَينَ السَّمَاءِ وَالأَرضِ، فَجَئِثْتُ مِنهُ حَتّىٰ هَوَيتُ اِلَىٰ الأَرضِ، فَجِئتُ أَهْلِي ، فَقُلتُ : زَمِّلُونِي ، زَمِّلُونِي، فَزَمَّلُونِي ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالىٰ : يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِر ، اِلَىٰ قَولِهِ : فَاهْجُر۔ (بخاری، ۴۹۲۶)

ترجمہ: میں چلا جارہا تھا کہ اچانک میں نے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی، میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ فرشتہ جو غارِ حراء میں میرے پاس آیا تھا میں نے دیکھا کہ وہی فرشتہ آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، میں گھبراہٹ کی وجہ سے زمین پر بیٹھ گیا، پھر گھر پہنچتے ہی میں نے اپنی اہلیہ سے کہا "مجھے کوئی چادر اڑھا دو، مجھے کوئی چادر اڑھا دو" جس پر انہوں نے مجھے چادر اڑھا دی، تب اللہ تعالیٰ نے۔ **يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِر** سے **وَالرُّجْزَ فَاهْجُر**۔ تک آیات نازل فرمائیں۔

تبلیغ کی ابتداء اور مشکلات

نبوت ملنے کے تین سال بعد تک آپ خفیہ تبلیغ فرماتے رہے، جس کے نتیجے میں ۳۰ سے زائد افراد مسلمان ہو گئے، تین سال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ علی الاعلان شروع کر دی، جس کے نتیجے میں کفار مکہ جو اس وقت بیت اللہ میں رکھے بتوں کو پوجا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن بن کر آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وصحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو تکلیفیں پہنچانے لگے، ان کفار مکہ کے مظالم جب حد سے بڑھنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے پانچویں سال اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و دیگر اقارب کو جو تقریباً گیارہ مرد اور چار عورتوں پر مشتمل پندرہ افراد تھے، ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ (الرحیق المختوم ص ۱۵۸)

تین ماہ بعد اس اطلاع پر کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے، ان میں سے کچھ افراد مکہ واپس آ گئے، یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ اطلاع جھوٹی تھی) بعثت کے چھٹے سال حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسلام لے آئے۔ (زاد المعاد)

تو لوگ اعلانیہ اسلام میں داخل ہونے لگے، اسلام کی روز بروز بڑھتی ہوئی شان سے خوفزدہ ہو کر کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے مکمل مقاطعہ کے لیے ایک عہد نامہ لکھ کر بیت اللہ میں لٹکا دیا، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت کے ساتویں سال ایک گھاٹی شعب ابی طالب میں اپنے تمام اقرباء ورفقاء سمیت مقید کر دیے گئے، ان سخت حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک مرتبہ پھر ملکِ حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے فرمایا، جن میں تراسی مرد اور بارہ عورتیں شامل تھیں،

تین سال بعد اس شدید محاصرے کا خاتمہ ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً ۴۹ سال ساٹھ ماہ ہوئی تو ماہ شوال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب وفات پا گئے اور اس کے صرف تین دن بعد ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی انتقال ہوگیا؛ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، نے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) فرمایا۔

دین کی حفاظت اور ہماری سربلندی سیرت محمدیؐ کی اتباع پر ہی موقوف ہے

سیرتِ رسولؐ امتِ مسلمہ کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے، یہی ہماری طاقت وقوت کا حقیقی سرچشمہ ہے، ہمارے دشمنوں کو بخوبی اندازہ ہے کہ مسلمان جب تک دامنِ رسول اللہؐ سے وابستہ رہیں گے انہیں زیر نہیں کیا جاسکے گا، ان کی ایمانی حرارت اور جوش ایمانی کا مقابلہ تیغ وتفنگ سے نہیں کیا جاسکتا، دشمنوں کو علم ہے کہ مسلمانوں میں پایا جانے والا سارا جوش وولولہ سیرتِ رسولؐ سے وابستگی کا نتیجہ ہے، اس لئے دشمن چاہتے ہیں کہ اس سیرت سے ہمارا رشتہ کمزور پڑ جائے، چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ نہ صرف ہر قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں، بلکہ عالمی ذرائع ابلاغ استعمال کرتے ہوئے اس کے خلاف عالمی سطح پر مہم چلائی جارہی ہے، چنانچہ ڈنمارک سے شروع کی گئی مذموم حرکت اسی مہم کا ایک حصہ ہے، ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا رشتہ مضبوط سے مضبوط تر کریں، انفرادی واجتماعی سطح سے ایسے اقدامات کیے جائیں جن کے ذریعہ امت میں سیرتِ رسولؐ سے گہری وابستگی پیدا ہوجائے، صرف جلسے جلوسوں پر اکتفاء نہ کیا جائے، بلکہ سیرت سے وابستگی کے لئے عملی اقدامات کیے جائیں، ہماری زندگی سیرت کا جیتا جاگتا نمونہ بن جائے، روزمرہ کے معمولات میں سنتوں کا اہتمام کریں، بچوں کی تربیت سیرتِ رسولؐ کے خطوط پر کریں، ہر طبقہ

اور پیشہ سے تعلق رکھنے والے افراد کے سامنے اس پیشہ سے متعلق اسوۂ نبوی پیش کریں، ہماری پستی کا یہی واحد علاج ہے، سیرتِ طیبہ سے دوری نے ہی ہمیں پستی کے غاروں میں ڈھکیلا تھا، آج اسی سے وابستہ ہو کر ہم سرخرو ہو سکتے ہیں۔

جو شخص بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اخلاق و کردار کو جتنی گہرائی سے پڑھے گا اتنا ہی وہ آپ کا مداح ہو گا

جب سے انسان اس دنیا میں آباد ہوا ہے اس وقت سے آج تک ہر دور میں کسی نہ کسی خطے میں کوئی انسان ایسا ضرور پیدا ہوتا رہا ہے جس نے انسانوں کو سیرت و کردار کی تعمیر کی دعوت دی اور اخلاق و اعمال کی درستگی کا درس دیا۔ ان اخلاقی رہنماؤں نے ہمیں بنیادی انسانی صفات پر قائم رہنے، حیوانوں سے ممتاز زندگی گزارنے اور بلند ترین اخلاقی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی تعلیم دی۔ ان ہی رہنماؤں میں سے ایک مقدس و پاک ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جزیرہ نمائے عرب میں اس وقت پیدا ہوئے جب پورا عرب شدید اخلاقی بحران کا شکار تھا اور دنیائے انسانیت میں عجیب ہیجان سا برپا تھا۔ اخلاقی اصول بے محابا توڑے جا رہے تھے اور انسانیت کی برسرعام تذلیل کی جا رہی تھی۔ انسان سیرت و کردار کی تعمیر سے غافل اور عزت و ناموس کی تخریب کاری میں مشغول تھا۔ وہ ساری انسانی صفات سے بے پرواہ اور بلند اخلاقی اصولوں سے نابلد تھے کھلے عام بدکاری کرنا، دوسروں کے حقوق غصب کرنا، دوسروں کی عزت و جان پر حملہ آور ہونا۔ یہ عام سی بات تھی۔ ایسے میں اخلاق و کردار کی بات کرنا کچھ ایسا ہی تھا جیسے صحرا میں صدا لگانا، مگر اس نبی امّی نے اپنی ساری عمر اخلاقی اصولوں کی تبلیغ اور الٰہی قوانین کی اشاعت میں گزار دی اور ایک دن کے لئے بھی وہ اپنے

ماحول کی تیرگی سے مایوس نہ ہوئے۔ آخر کار وہ دنیائے انسانیت سے اخلاقی باختگی کی انسانیت سوز فضا کو ختم کرنے میں پورے طور پر کامیاب ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت شاقہ نے ایک مردہ وافسردہ قوم میں زندگی کی روح پھونک دی۔ باہم برسر پرخاش قبیلوں کے مجموعہ متفرقات کو وحدت بخش کر ایک ایسی قوم بنا دیا، جس کا محرک عمل حیات ابدی کی امید تھی۔ روشنی کی جو منتشر شعائیں اس وقت علیحدہ علیحدہ دل انسانی پر پڑی تھی انہیں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نقطہ پر مرکوز کر دیا۔ معاشرہ کو نہ صرف ایک مثالی معاشرہ میں تبدیل کیا، بلکہ اس معاشرہ کے افراد کو انسانیت کا علمبردار بنا کر پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں روحانی واخلاقی پاکیزگی، فرد کی آزادی، فرد اور معاشرہ کے مابین ایک توازن قائم کیا جس کی مثال انسانی تاریخ میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔

عام طور پر دنیا کے دوسرے معلّمین اخلاق کے ساتھ یہ المیہ رہا ہے کہ وہ جن اخلاقی اصولوں کی تبلیغ کرتے ہیں اور جن ملکوتی صفات کو جذب کرنے پر زور دیتے ہیں خود ان کی اپنی زندگی میں ان تعلیمات کا اثر بہت کم ہوتا ہے، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ کو کہیں بھی یہ نقص نظر نہیں آئے گا جو شخص سیرت وکردار پاک کی جتنی زیادہ گہرائی میں جائے گا وہ اسی قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق اور پاکیزہ کردار کا مدح سرا نظر آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے بڑا اصول یہ تھا کہ نیکی کا کوئی کام اور ثواب کا کوئی عمل ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اس پر عمل کرتے تھے۔ آپ جب کسی بات کا حکم دیتے تو پہلے آپ اس کو کرنے والے ہوتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی صحابی اور وفادار خادم تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انھوں نے بہت قریب سے دیکھا تھا اور آپ کی سیرتِ

مبارکہ کا بڑی گہرائی سے مشاہدہ کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے پورے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مجھے اُف تک نہیں کہا اور میرے کسی کام پر یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ بلاشبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ محاسن اخلاق کے حامل تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ قریب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار اور اخلاق واعمال کے مشاہدے کا موقع ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضي اللہ تعالیٰ عنہا کو میسر آیا تھا کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ظاہری اور خانگی معمولات و عادات سے واقف تھیں۔ ایک مرتبہ چند صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضي اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے امّ المومنین ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور معمولات بیان فرمایئے۔ تو عائشہ صدیقہ نے جواب دیا کہ کیا تم لوگوں نے قرآن نہیں پڑھا؟ **کان خلق رسول القرآن** "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا۔ (ابوداؤد شریف)

یعنی قرآنی تعلیمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار میں رچی اور بسی ہوئی تھی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ذرا بھی منحرف نہ تھے۔ خود قرآن کریم میں آپ کے بلند اخلاق و کردار کی شہادت دی گئی ہے کہ "بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ (سورہ القلم آیت: ۴)

رشتہ داروں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بچپن سے جوانی تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طبیعت کے نرم اور اخلاق کے نیک تھے، طبیعت میں مہربانی تھی سخت مزاج نہ تھے۔ کسی کی دل شکنی نہ کرتے تھے، بلکہ دلوں پر مرہم رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رؤف ورحیم تھے۔ (شمائل ترمذی)

فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے قاتلوں کے ساتھ حسن سلوک

جب مکہ فتح ہوا تو حرم کے صحن میں قریش کے تمام سردار مفتوحانہ انداز میں کھڑے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے، وہ بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی کیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جو خود اس پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیوں کا حوصلہ رکھتے تھے۔ وہ بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے وہ بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلواریں چلائی تھیں، وہ بھی تھے جو غریب اور بے کس مسلمانوں کو ستاتے تھے ان کو جلتی ریتوں پر لٹاتے تھے۔ دہکتے شعلوں سے ان کے جسم کو داغتے تھے۔ آج یہ سب مجرم سرنگوں سامنے تھے پیچھے دس ہزار خون آشام تلواریں محمد رسول اللہ کے ایک اشارے کی منتظر تھیں، مگر قربان جائیے محمد عربی پر کہ اس نے ان تمام جرائم سے قطع نظر، جانی دشمنوں پر ہر طرح سے غلبہ کے باوجود ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور اپنی بلند اخلاقی کا کیسا دائمی اور عالمگیری نمونہ دنیا والوں کے لئے قائم کر دیا؟ اس سلسلے میں مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے قریشیو! تمھیں کیا توقع ہے کہ اس وقت میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ انھوں نے جواب دیا ہم اچھی ہی امید رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کریم النفس اور شریف بھائی ہیں اور کریم وشریف بھائی کے بیٹے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا "لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء" آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (نبی رحمت: ۴۵۷)

ابوسفیان جو غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ خندق وغیرہ میں لڑائیوں کا سرغنہ تھا۔ جس نے نہ جانے کتنے مسلمانوں کو تہہ تیغ کرایا، کتنی دفعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کیا، جو ہر ہر قدم پر اسلام کا سخت ترین دشمن ثابت ہوا، لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آتا تھا تو اس کا ہر جرم اس کے قتل کا مشورہ دیتا ہے۔ مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور عفو عام ابوسفیان سے کہتے ہیں کہ ڈر کا مقام نہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقام کے جذبہ سے بالاتر ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اس کو معاف فرمادیا بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "من دخل دار أبی سفیان کان آمناً۔ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس کو بھی امن ہے۔

بلند اخلاق کی ایسی جیتی جاگتی، دائمی اور عالم گیر مثال کیا کوئی پیش کرسکتا ہے یا دنیا نے اپنے معرض وجود کے دن سے اب تک ایسی نظیر دیکھی ہے؟ ہرگز نہیں! یہ فضل خاص ہے جو اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا تھا رسالت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیادی ذمہ داری قرآن کی تلاوت اور اس کی تعلیم تھی اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس کا عملی نمونہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ قرآن کو راہِ راست کی ضمانت قرار دیتا ہے "بیشک یہ قرآن سیدھے راستے پر گامزن کرتا ہے" (سورہ بنی اسرائیل) اور دوسری طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو نمونۂ زندگی بنالینے کی تلقین کرتا ہے کہ تمہارے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے مگر اس شخص کے لئے جو اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اور کثرت سے ذکر خدا کرتا ہے۔ (سورہ احزاب)

دنیا میں جو بھی نیک اور بڑا بنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ہی اسے روشنی ملی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس قرآن کی تعلیم فرماتے اپنی عملی زندگی میں اس کو قابل تقلید بنا کر پیش کرتے قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ صاحب قرآن کی سیرت مبارکہ ہے پیغمبر اسلام

کی سیرت واخلاق کی عظمت کے آگے بڑے بڑے حکماء اور معلّمین سرنگوں نظر آتے ہیں اوران کے قول وعمل کی صداقت سے سند حاصل کیے بغیر دنیا کا کوئی انسان اخلاق کے اعتبار سے بڑا نہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوایک مثالی نمونہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے اورلوگوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ، ہر دور، ہر حال میں اس نمونہ کے مطابق خود بھی بنیں اور دوسروں کو بنانے کی فکر کریں۔ گویا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق وسیرت ایک حیثیت سے عملی قرآن ہے۔

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دنیائے بشریت کے لئے اسوۂ حسنہ اورالٰہی فیوض وہدایات واحکام کا ایسا مفید و گہرا چشمہ ہے جو کبھی خشک ہونے والا نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نورخداوندی کا ایسا مرکز ہے جہاں تاریکی کا گذر نہیں اورمکروفریب کی تاریکیوں سے بھری ہوئی اس دنیا میں زندگی بسر کرنے والے لوگ اگر سیرت نبوی کواپنے لئے نمونہ عمل بنالیں توان کی زندگی بھی غیر معمولی نور سے منور و مالا مال ہوجائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پاکیزہ زندگی کے تمام پہلوؤں کی مثالیں اور نمونے موجود ہیں امن وآشتی کی جھلکیاں ہیں تو صلح ومصالحت کی بھی، دفاعی حکمت عملی کی بھی اور معتدل حالات میں پرسکون کیفیات کی بھی، اپنوں کے واسطہ کی بھی اور بے گانوں سے تعلقات کی بھی معاشرت ومعاملات کی بھی اور ریاضت وعبادات کی بھی۔ عفوو کرم کی بھی اور جودوسخا کی بھی تبلیغ وتقریر کی بھی اور زجر وتحدید کی بھی ان جھلکیوں میں جاں نثاروں کے حلقے بھی ہیں اور سازشوں کے نرغے بھی، امیدیں بھی ہیں اوراندیشے بھی گویا انسانی زندگی کے گوشوں پر محیط ایک ایسی کامل اورجامع حیات طیبہ ہے جورہتی دنیا تک پوری انسانیت کے لئے رہبر ورہنما ہے۔

اگر کوئی آپ کی مکمل زندگی کا مطالعہ کر کے عمل پیرا ہوجائے تو بلاشبہ زندگی میں چار چاند

لگ سکتے ہیں اور عمل کرنے والے دنیا و آخرت میں قابل رشک بن سکتی ہے کاش ہم رسول اللہ کی سیرت مبارکہ پر عمل پیرا ہو جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی اور نیک خوئی سے جب ایک یہودی نے اسلام قبول کیا

چنانچہ روایتوں میں آتا ہے کہ ایک یہودی کی چند اشرفیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض تھیں، یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرضہ کا مطالبہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی میرے پاس کچھ نہیں ہے جس سے میں تمہارا قرضہ ادا کرسکوں، یہودی نے اصرار کیا، اور کہا کہ جب تک آپ میرا قرضہ ادا نہیں کرتے میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو میں تیرے پاس ہی بیٹھا رہوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی کے پاس بیٹھ گئے، اور اس دن کی نمازیں وہیں ادا کیں، جب صحابہ کرام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ یہودی کے پاس آئے، اور اسے ڈرانے دھمکانے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو منع کیا، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس یہودی نے تو آپ کو قیدی بنا لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے معاہد اور غیر معاہد پر ظلم کرنے سے روکا ہے، جب وہ دن گزر گیا تو اس یہودی نے اسلام قبول کرلیا، اور اس نے کہا میں اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں، میں نے یہ حرکت اس لئے کی تھی کہ میں نے توریت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پڑھا ہے: محمد بن عبداللہ جن کی جائے پیدائش مکہ ہے، اور جو ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئیں گے، نہ وہ سخت دل ہوں گے نہ تندخو، نہ چیخ کر بات کریں گے، ان کی زبان فحش گوئی اور بے ہودہ گوئی سے آلودہ

نہیں ہوگی، میں نے اب تمام صفات کا امتحان کر کے آپ کو صحیح پایا؛اس لئے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ،اورآپ اللہ کے رسول ہیں ،اور یہ میرا آدھا مال ہے آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم،حدیث نمبر:۲۲٤۲)

فائدہ: آج ہمیں بھی اسلام اور دین کی دعوت دینے کیلئے انہی اوصاف نبویؐ کو اختیار کرنا پڑے گا، ورنہ ہم کامیاب نہیں ہوں گے۔

ایک دیہاتی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تعریف کرنا

ایک روایت میں ہے: ایک دیہاتی مسجد نبوی میں آیا،اور مسجد کے ایک کونہ میں پیشاب کرنے لگا،صحابہ کرام نے اس کو برا بھلا کہا،اوراس کی طرف دوڑے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو منع کیا،اور جب وہ پیشاب سے فارغ ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو پیشاب صاف کرنے کا حکم دیا،اوراس دیہاتی کو اپنے قریب بلاکر نہایت نرمی سے سمجھایا کہ مساجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا،مساجد میں تو اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور نماز ادا کی جاتی ہے،وہ دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نرم مزاجی اور عفوودرگزر سے اتنا متاثر ہوا کہ اس کا بیان ہے: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مجھ کو ڈانٹا اور نہ ہی برا بھلا کہا واقعہ یہ ہے کہ جو شخص عفوودرگزر کرتا ہو اور نرم خوئی ونرم مزاجی اس کے رگ وریشہ میں رچی بسی ہوئی ہو ایسے شخص کی طرف بے اختیار دل کھینچا چلا جاتا ہے،اوراس سے غیراختیاری طور پر محبت وعقیدت بڑھتی چلی جاتی ہے،یہی وجہ ہے کہ ایک داعی دین کے اندر عفوودرگزر اور تحمل وبردباری کا ہونا بہت ضروری ہے، جب تک دعوت کا کام کرنے والوں کے اندر یہ قیمتی وصف نہیں ہوگا وہ درست اور بہتر طور پر یہ فریضہ انجام نہیں دے سکتے ،خود آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی نرم خوئی اور نرم مزاجی نے کئی لوگوں کو متاثر کیا، اور ان کو دامن اسلام میں پناہ لینے پر مجبور کیا، اور اس کی بیسیوں مثالیں ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب و روز کی مصروفیات

امام ترمذیؒ نے ''شمائل ترمذی'' میں سیدنا حضرت امام حسینؓ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روز مرہ کے معمولات اور شب و روز کی مصروفیات کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے اپنے سوال کو تین حصوں میں تقسیم کیا:

گھر کی مصروفیات: حضرت علیؓ نے بتایا کہ آنحضرتؐ نے اپنے گھر کے اوقات اور معمولات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ وقت کا ایک حصہ اپنے ذاتی کاموں پر صرف کرتے تھے، دوسرا حصہ گھر والوں کے لیے مخصوص ہوتا تھا، اور تیسرا حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہوتا تھا۔ حضورؐ اپنے ذاتی کاموں کے لیے مخصوص وقت میں ان خواص کے ساتھ ملاقات بھی کرتے تھے جو آپؐ کی خدمت میں گھر میں حاضر ہوتے تھے اور آپؐ کی مخصوص مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ یہ مجلس روزانہ ہوتی تھی، کوئی ضرورت مند ہوتا تو وہ اپنا سوال لے کر آتا اور حضورؐ حسب موقع اس کی ضرورت پوری فرما دیتے تھے۔ آپؐ اس مجلس کے شرکاء کے ساتھ امت کے اجتماعی مسائل پر گفتگو فرماتے اور عام لوگوں کے معاملات میں ہدایات دیتے تھے۔ آپؐ نے مجلس میں خاص طور پر دو باتوں کی تلقین فرما رکھی تھی کہ مسلمانوں کے عمومی مفاد اور مصلحت کی کوئی بات ہو تو اسے دیگر لوگوں تک پہنچاؤ، اور یہ کہ کوئی شخص اپنی ضرورت اور حاجت کو حضورؐ تک براہ راست پہنچانے میں کوئی دقت یا حجاب محسوس کرتا ہو تو اس کا مسئلہ آپؐ تک پہنچایا جائے۔ اس سلسلہ میں

نبی اکرمؐ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی ضرورت اور مسئلہ متعلقہ حکام تک پہنچانے کا موقع نہیں پاتا، اس کا مسئلہ متعلقہ حکام تک پہنچانے والے مسلمان کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ثابت قدمی عطا فرمائیں گے۔ مجلس میں آنے والے جو لوگ سوالی ہو کر آتے تھے حضورؐ کے گھر سے کوئی چیز چکھے بغیر واپس نہیں جاتے تھے۔ اس مجلس میں جناب نبی اکرمؐ کے ساتھ شریک ہونے والے بہترین افراد ہوتے تھے جو مجلس سے باہر کے لوگوں کے لیے رہنما کا درجہ رکھتے تھے۔ یہ مجلس اسی قسم کی باتوں پر مشتمل ہوتی تھی اور ان سے ہٹ کر کوئی بات کہنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔

گھر سے باہر کی مجلس

گھر سے باہر کی عمومی مجالس کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ جناب نبی اکرم مجلس کا آغاز بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ کرتے تھے اور مجلس کا اختتام بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر پر ہوتا تھا۔ حضورؐ جب کسی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جہاں تک مجلس پہنچ چکی ہوتی وہیں بیٹھ جاتے اور اس بات کی تلقین بھی فرماتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ حضورؐ جس جگہ بیٹھ جاتے وہی جگہ مجلس کا صدر مقام بن جاتی تھی۔ ہر صاحب مجلس کو حضورؐ اس کا حصہ دیتے تھے اور کسی کو یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ اسے دوسرے اصحاب مجلس سے کم توجہ مل رہی ہے۔ حضورؐ کے سامنے کوئی شخص اپنا مسئلہ پیش کرتا یا کسی مسئلے پر بات کرتا تو آپؐ اس کی پوری بات سنتے تھے اور جب تک وہ اپنی بات مکمل نہ کر لیتا اس سے رخ نہیں پھیرتے تھے۔ کوئی شخص حضورؐ کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار کرتا تو آپ اس کی ضرورت پوری کرتے یا نرمی کے ساتھ تسلی کی کوئی بات فرما دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس علم کی مجلس ہوتی تھی، حیا کی مجلس ہوتی تھی، کسی پر الزام تراشی نہیں ہوتی تھی، کسی پر تہمت نہیں لگائی جاتی تھی، کسی کی غلطی کو اچھالا نہیں جاتا تھا، اور آپؐ اپنے ساتھیوں کے لیے باپ جیسے شفیق ہوتے تھے۔

مجلس سے ہٹ کر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمومی انداز اور طرز عمل یہ ہوتا تھا کہ بے مقصد باتوں سے اپنی زبان کو بچاتے تھے اور وہی بات فرماتے تھے جس کی ضرورت ہوتی تھی۔ لوگوں کو قریب کرنے کی بات کرتے تھے، دور کرنے والی باتوں سے گریز کرتے تھے۔ کسی قوم کا بڑا آپ کے پاس آتا تو اس کا اکرام کرتے تھے اور اس کے ساتھ اسی سطح کا معاملہ فرماتے تھے۔ لوگوں کو اللہ کا خوف دلاتے رہتے تھے۔ لوگوں کے ساتھ ضرورت سے زیادہ بے تکلف نہیں ہوتے تھے مگر کسی کو بے رخی کا احساس بھی نہیں ہونے دیتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کے حالات معلوم کرتے تھے اور اگر کوئی غیر حاضر ہوتا تو اس کی تحسین فرماتے اور اسے تقویت دیتے۔ آپؐ اگر کوئی قبیح معاملہ دیکھتے تو اس کی قباحت کا ذکر کرتے اور حوصلہ شکنی کرتے تھے۔

حضورؐ اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ لوگ خیر کے معاملات سے غافل نہ ہو جائیں اور اس بات کا بھی اہتمام کرتے تھے کہ وہ اکتا نہ جائیں۔ ہر قسم کے معاملے کا آپ کے پاس حل تیار ہوتا تھا اور ہر صورتحال کے لیے مستعد ہوتے تھے۔ آپ حق بات کہنے سے نہیں کتراتے تھے اور ضرورت سے زیادہ بات نہیں کرتے تھے۔ لوگوں میں سے آپؐ سے زیادہ قریب وہی حضرات ہوتے تھے جو اچھے لوگ ہوتے تھے۔ جناب نبی اکرمؐ کے ہاں سب سے زیادہ قابل احترام وہی شخص ہوتا تھا جو لوگوں کے ساتھ نصیحت اور خیر خواہی کا جذبہ رکھتا ہو اور آپؐ کے ہاں اس شخص کو زیادہ قدر حاصل ہوتی تھی جو عام لوگوں کے ساتھ غم خواری اور مدد میں پیش پیش ہوتا تھا۔

بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق ایک بار چند نوجوان صحابہ کرامؓ نے باہمی مشورہ کر کے حضورؐ کے گھر کے اندر کے معمولات معلوم کرنا چاہے تا کہ وہ بھی ان معمولات کی پیروی کر سکیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے امہات المومنینؓ کی خدمت میں باری باری حاضری دی اور دریافت کیا کہ آنحضرتؐ جب گھر کے اندر تشریف لاتے ہیں تو آپؐ کے

معمولات کیا ہوتے ہیں؟ ازواج مطہراتؓ میں سے ہر ایک کا جواب یہ تھا کہ گھر کے اندر آپؐ کے معمولات کم و بیش وہی ہوتے ہیں جو ہر گھر کے سربراہ کے ہوتے ہیں۔ آپؐ آرام فرماتے ہیں، بیوی بچوں کو وقت دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، آنے جانے والوں کے حالات دریافت کرتے ہیں، گھر کا کوئی کام کاج ہو تو اس میں ازواج مطہراتؓ کا ہاتھ بٹاتے ہیں، حتیٰ کہ جوتا گانٹھ لیتے ہیں، چارپائی کی مرمت کر لیتے ہیں اور اس طرح کے ضرورت کے کام آپؐ خود کر لیا کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا کیا چیزیں تھیں اور ان کے نام کیا ہیں؟

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ آپ اپنی چیزوں کا نام رکھ دیا کرتے تھے زاد المعاد میں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے بہت سی چیزوں کے نام شمار کرائے ہیں امام اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "سیرۃ نبویہ" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشیاء مبارکہ کے اسماء بیان کیے ہیں، نیز دوسرے سیرت نگار علماء نے بھی اس ضمن میں کام کیا ہے، انھیں کتب سیرت و مضامین سیرت سے مندرجہ ذیل اشیاء کے اسماء کا ذکر پیش کیا جارہا ہے۔ (بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص/ ۴۴)

(۱) عمامہ شریف کا نام سحاب تھا۔

(۲) دو پیالے لکڑی اور پتھر کے تھے ایک کا نام ریان اور دوسرے کا نام مضیّب تھا۔

(۳) آبخورہ تھا جس کا نام صادِر تھا۔

(۴) خیمہ تھا جس کا نام رِکی تھا۔

(۵) آئینہ تھا جس کا نام مُدِلہ تھا۔

(۶) قینچی تھی جس کا نام جامع تھا۔

(۷) جوتی مبارکہ تھی جس کا نام ممشوق تھا۔

(۸) ایک زمانہ میں آپ کے پاس دس گھوڑے تھے "سکب" نامی گھوڑے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ اُحد میں سوار تھے ایک گھوڑے کا نام لزاز تھا، جس کو شاہ اسکندریہ مقوقش نے ہدیۃً بھیجا تھا، باقی گھوڑوں کے نام یہ ہیں: ظرب، ورد، ضریس، ملاوح، سبحہ، بحر۔

(۹) تین خچر تھے ایک کا نام دُلدل تھا حبشہ کے بادشاہ نے بھیجا تھا آپ نبوت کے بعد اسی پر پہلے پہل سوار ہوئے آپ کے بعد حضرت علی اور حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما اس پر سوار ہوتے تھے ان کے بعد محمد بن حنفیہ کے پاس رہا، دوسرے خچر کا نام فِضّہ تھا جس کو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ہدیہ کیا تھا۔ تیسرے کا نام اِیلیہ تھا شاہِ ایلہ نے ہدیہ بھیجا تھا۔

(۱۰) ایک گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا۔

(۱۱) سواری کی دو اونٹنیاں تھیں ایک کا نام قصواء اور دوسری کا نام عضباء تھا، ہجرت کے وقت آپ قصواء پر سوار تھے اور حجۃ الوداع کا خطبہ بھی اسی پر سوار ہو کے دیا تھا۔

(۱۲) دو بکریاں خاص دودھ کے لیے تھیں ایک کا نام غوثہ اور دوسری کا نام یمن تھا۔

(۱۳) ایک سفید رنگ کا مرغ بھی تھا جس کا نام "منقول" تھا۔

(۱۴) کل نو تلواریں تھیں۔ ذوالفقار نام کی تلوار غزوۂ بدر کے مال غنیمت میں ملی تھی باقی تلواروں کے نام یہ تھے: قلعی، بتار، قسف، مجذم، رسوب، عضب، قضیب۔

(۱۵) چار نیزے تھے ایک کا نام ان میں سے "شوے" تھا اور بیضاء نام کا ایک بڑا حربہ تھا (جو نیزے سے چھوٹا ہوتا ہے)۔

(۱۶) عرجون نام کی خمدار لاٹھی تھی، چار کمانیں تھیں ایک کا نام "کتوم" تھا۔

(۱۷) ترکش کا نام "کافور" اور ڈھال کا نام "زلوق" تھا۔

(۱۸) ایک خود تھا اس کا نام "ذوالسبوغ" تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اشیاء مبارکہ کے اسماء سے معلوم ہوا کہ چیزوں کا نام رکھنا سنت ہے۔ یوں تو متمول افراد شوق سے اپنے کتوں کے نام رکھتے ہیں اور یہ سنت کی پیروی میں نہیں بلکہ یورپ کی تقلید میں، ورنہ دوسری اشیاء کے نام بھی رکھتے بعض گھروں میں بکرا وغیرہ پالنے کا شوق ہوتا ہے اور ان کے نام بھی رکھ دیئے جاتے ہیں عموماً یہ بھی اتباع سنت کے بجائے شوقیہ ہوتے ہیں۔

اولاد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم بن محمدؓ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کا نکاح ابوالعاص سے ہوا تھا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان دونوں صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا پہلے رقیہؓ سے، ان کی وفات کے بعد ام کلثومؓ سے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور سب سے محبوب صاحبزادی تھیں، ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا تھا۔

انھیں صاحبزادی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب چلا ہے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما انھیں کے بطن سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کو جاری رکھنے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ جن کا لقب طاہر اور طیب ہے اور حضرت قاسم یہ دونوں صاحبزادے بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، ہجرت سے قبل مکہ میں وفات پائے حضرت قاسمؓ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے یہ دو تین سال کے بعد وفات پائے۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ایک جھلک ہے سیرۃ مبارکہ کا مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مسلمان نمونہ کامل بنانے پر قادر نہیں ہوگا آپ جہاں داعی برحق ہیں تو وہیں انسانِ کامل بھی ہیں۔ آپ شوہر بھی ہیں آپ باپ بھی ہیں، آپ خسر بھی ہیں آپ داماد بھی ہیں، آپ تاجر بھی ہیں آپ قائد بھی ہیں۔ آپ سپہ سالار بھی ہیں آپ مظلوم بھی ہیں، آپ مہاجر بھی ہیں آپ نے زخم بھی کھائے آپ نے مشقت بھی جھیلی آپ نے بھوک بھی برداشت کی آپ نے بکریاں بھی چرائیں آپ نے سیادت بھی فرمائی۔ آپ نے معاملات بھی کیے، آپ نے لین دین بھی فرمایا، آپ نے قرض بھی لیا، آپ نے ایک انسان کی حیثیت سے معاشرہ کا ہر وہ کام کیا جو ایک انسان فطری طور پر کرتا ہے۔ اس لیے آپ کو نمونہ بنائے بغیر نہ کوئی کامیاب باپ، شوہر، خسر، داماد، تاجر و سپہ سالار بن سکتا ہے اور نہ ہی حق تعالیٰ کی کما حقہ اپنی طاقت بھر اطاعت و عبادت کر سکتا ہے آپ کی سیرت طیبہ حیات انسانی کے ہر گوشہ کا کامل احاطہ کرتی ہے۔ (سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ۶/۷)

رمضان المبارک کی تیاری

حضراتِ محترم۔ رمضان شروع ہو رہا ہے، ہمیں اس کی تیاری کرنی چاہیے اور اس کے لیے اپنے اوقات کو فارغ کرنا چاہیے۔ ہماری عام تیاری تو یہ ہوتی ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق اہتمام کرتے ہیں کہ گھی پورا ہے، پراٹھے ملیں گے یا نہیں، دہی وہی تو کم نہیں پڑ جائے گا وغیرہ۔ لیکن ہمیں جناب نبی کریم ؐ اور صحابہ کرام ؓ کے طریقے کے مطابق تیاری کرنی چاہیے۔ اپنے اوقات کو نماز، تلاوتِ قرآن، تراویح اور تہجد کے لیے فارغ کرنا چاہیے۔ اور اس مقصد کے لیے ہمیں رمضان المبارک کے دوران اپنی باقی سال کی روزمرہ کی مصروفیات کو کم کرنا چاہیے۔ اسی طرح ہمیں اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ وخیرات کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔ رمضان المبارک

کا مہینہ عبادات کا سیزن ہوتا ہے۔ جناب نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو آدمی اس سیزن میں خدا کو راضی نہ کر سکا وہ بڑا بدنصیب ہے۔ وہ آدمی جس کو صحت، تندرستی اور عافیت کی حالت میں رمضان ملا لیکن وہ اللہ کو راضی نہ کر سکا تو ظاہر ہے کہ وہ خوش نصیب نہیں ہے۔ میں اس کا محاورے کی زبان میں اس طرح ترجمہ کیا کرتا ہوں کہ جس کاروباری آدمی نے سیزن میں کمائی نہیں کرنی تو اس نے باقی سارا سال کیا کمانا ہے؟ جس نے سیزن میں چار پیسے نہیں بنانے اس نے باقی سال کیا بنانا ہے۔ (نبی کی یادیں، ص/90)

چنانچہ رمضان المبارک عبادات کا سیزن ہے، اس میں تھوڑے سے عمل پر بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔ بسا اوقات ہمیں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یار اتنا چھوٹا سا عمل ہے اور مولوی صاحب اتنا بڑا ثواب بتا رہے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس میں مولوی صاحب کا قصور نہیں ہے، مولوی صاحب کا کام تو صرف بتانا ہوتا ہے، اصل احکامات تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اب یہی ثواب والی بات قرآن مجید سے ہی پوچھ لیں۔ رمضان کی ایک رات زیادہ سے زیادہ کتنی لمبی ہوگی۔ سات آٹھ گھنٹے، سردیوں میں بارہ چودہ گھنٹے، اگر نا روے بھی چلے جائیں تو بیس گھنٹے کی ہو جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایک رات پر ثواب کتنا دے رہے ہیں؟ **لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْر**۔ (سورۃ القدر ۳)

کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ رات وہی دس بارہ گھنٹے کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایک رات کی عبادت کے بدلے میں ایک ہزار مہینہ نہیں بلکہ ایک ہزار مہینے سے بہتر کا بدلہ دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو نیت دیکھتے ہیں۔ فارسی کا ایک چھوٹا سا شعر ہے۔

رحمت حق بہا نہ می جوید

رحمت حق بہا نہ می جوید

کہ اللہ کی رحمت یہ نہیں دیکھتی کہ عمل کتنا بڑا کیا ہے بلکہ اللہ کی رحمت عمل کرنے والے کی

نیت دیکھتی ہے اور بہانہ تلاش کرتی ہے کہ مجھے کچھ دینے کے لیے بہانہ دو۔ اللہ کے ہاں ثواب کا مدار عمل کی مقدار پر نہیں بلکہ ان دلی کیفیات پر ہے جو اس عمل کے پیچھے کارفرما ہیں۔ نیت، خلوص، توجہ اور عمل کی کیفیات۔ میں حوالے کے لیے ایک اور بات عرض کرتا ہوں، جناب نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرا صحابیؓ ایک مد جَو خرچ کرے اور تم ایک احد پہاڑ سونے کا خرچ کرو تو یہ میرے صحابی کی ایک مد جَو کے برابر نہیں ہے۔ اب احد پہاڑ سونے کا اور دو چار کلو جَو، اِن کا آپس میں کیا موازنہ ہوسکتا ہے؟ حضورؐ کے فرمان کے مطابق یہ دونوں برابر نہیں ہیں، اس لیے کہ صحابیؓ کے عمل کے پیچھے جو قلبی کیفیات ہیں وہ دوسروں کے پاس نہیں ہیں۔

رمضان المبارک اور نبی اکرمؐ کے معمولات

روزے کی عبادات میں جناب نبی کریمؐ کے معمولات کیا ہوتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان اور غیر رمضان میں حضورؐ کے معمولات میں تین باتوں کا فرق ہوتا تھا۔ (نبی کے کارنامے، ص/78)

حضورؐ اور رمضان کے روزے

پہلا فرق تو روزے کا ہی تھا کہ باقی سال کسی مہینے میں حضورؐ اتنے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے۔ ایام بیض، پیر و جمعرات یا پھر قمری مہینے کے درمیان کے تین روزے رکھتے تھے۔ آپؐ شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے اور پھر رمضان کے مکمل روزے رکھتے تھے۔ رمضان کے مکمل روزے تو ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں۔ بلا مجبوری اس کا ترک کبیرہ گناہ ہے، مجبوری کے ساتھ ترک کرنے پر قضا واجب ہے، جبکہ بعض سورتوں میں کفارہ یا فدیہ دینا ضروری ہے۔ (نبی کے کارنامے، ص/78)

رمضان المبارک اور قرآنِ مجید کی تلاوت

دوسرا فرق حضرت عائشہؓ یہ بتلاتی ہیں کہ رمضان میں حضورؐ کی قرآن مجید کی تلاوت باقی سال سے دگنی ہو جاتی تھی۔ باقی سارا سال بھی حضورؐ کا معمول یہ ہوتا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرتے تھے۔ آپؐ خود تلاوت کرتے بھی تھے اور دوسروں سے سنتے بھی تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا بھی عبادت ہے اور اہتمام کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت سننا بھی عبادت ہے۔ دونوں پر حضورؐ نے یکساں ثواب بتلایا ہے۔ فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی ہو تو پڑھنے والے کو بھی ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور سننے والے کو بھی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ باقاعدہ نیت کے ساتھ سنا جائے، سننے کا خاص اہتمام ہو اور آداب کے ساتھ سنا جائے۔

قرآن مجید سننے کے آداب کیا ہیں، اس کا دو باتوں سے اندازہ کر لیجئے۔ ایک تو حکم ہے کہ:

وَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْن۔ (سورہ الاعراف ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ کے ساتھ سنا کرو اور خاموش رہا کرو کہ تم پر (اللہ کی) رحمت ہو۔ یعنی کان متوجہ ہوں جبکہ زبان بے حرکت ہو، یہ تلاوتِ قرآن مجید سننے کے آداب میں سے ہے۔ جب حضرت جبریلؑ حضورؐ کے پاس وحی لے کر آتے تھے اور آپؐ کو قرآن مجید کی تلاوت سناتے تھے تو حضورؐ ان سے قرآن مجید سنتے بھی جاتے تھے اور ساتھ ساتھ پڑھتے بھی جاتے تھے۔ ابتداء میں آپؐ کا یہ معمول رہا، اس خیال سے کہ جو کچھ سنا ہے وہ بھول نہ جائے اور کوئی لفظ آگے پیچھے نہ ہو جائے۔ لیکن اللہ رب العزت نے یہ کہہ کر اس بات سے منع فرما دیا کہ:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْآنَهٗ ○ فَاِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه۔ (سورہ القیامہ)

آپ (وحی ختم ہونے سے پہلے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کریں تاکہ آپ اسے جلدی

جلدی لیں، بے شک اس کا (آپ کے دل میں) جمع کرنا اور (آپ سے) پڑھا دینا ہمارے ذمے ہے، پھر جب آپ اس کی قرأت کر چکیں تو اس کی قرأت کا اتباع کیجئے، پھر بے شک اس کا کھول کر بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے فرمایا کہ قرآن مجید سن رہے ہوں تو زبان کو حرکت مت دیں اور جلدی نہ کریں، یہ فکر دل سے نکال دیں کہ یہ آپ سے بھول جائے گا۔ اللہ رب العزت نے نبی کریمؐ سے قرآن مجید کے حوالے سے تین باتوں کا وعدہ کیا ہے۔

(۱) آپؐ کے سینے میں قرآن محفوظ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

(۲) آپ کی زبان سے قرآن کی صحیح تلاوت کروانا ہماری ذمہ داری ہے۔

(۳) اور پھر قرآن کا مفہوم اور مطلب آپ کے دل میں ڈالنا ہماری ذمہ داری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرآن مجید سنتے ہوئے قرآن مجید ہی پڑھتے تھے کوئی اور بات نہیں کہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی اجازت نہیں دی۔ قرآن مجید کی اس آیت سے ہمیں اندازہ کر لینا چاہیے کہ قرآن مجید کے سننے کے آداب کیا ہیں۔ آج کل ہم جس طرح قرآن مجید سنتے ہیں، کیا اس کی اجازت ہوگی؟ قرآن مجید پڑھا جا رہا ہوتا ہے اور ہماری گپ شپ چل رہی ہے، ہماری توجہ اور رخ کہیں اور ہوتے ہیں۔ قرآن مجید اگر آداب کے ساتھ سنا جائے تو اس کا ثواب واجر بہت ہے۔ یہ عبادت بھی ہے، سنت بھی ہے اور ثواب میں قراءت کے بالکل برابر ہے۔ جناب نبی کریمؐ جس طرح اہتمام سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اسی طرح اہتمام کے ساتھ قرآن مجید سنتے بھی تھے۔

صحابہ کرامؓ میں قرآن مجید کے بڑے بڑے قاری تھے، میں اس وقت ان میں سے دو قاریوں کا ذکر کرتا ہوں۔ حضورؐ نے خود چند صحابہؓ کو بڑا قاری کہا ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کے

متعلق کہا کہ یہ سب سے بڑا قاری ہے۔ پھر حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت سالم مولی ابی حذیفہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ یہ چار پانچ صحابہ کرامؓ ہیں جن کو حضورؐ نے امت کے بڑے قاری قرار دیا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا لہجہ بہت اچھا تھا، ان کی سُر اور آواز بہت اچھی تھی، خوبصورت انداز میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔ ان سے جناب نبی کریمؐ نے فرمایا لقد اوتیت من مزامیر آل داوود کہ ابوموسیٰؓ تیری گردن میں تو داوود علیہ السلام کے خاندان کا گلہ ہے۔ ''مزمار'' سُر کو کہتے ہیں۔ یہ حضورؐ کی طرف سے ابوموسیٰؓ کے لیے ایک تمغہ تھا۔ اس بارے میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک دفعہ نبی کریمؐ نے ابوموسیٰؓ اشعری سے کہا کہ ابوموسیٰؓ! رات میں اور عائشہؓ، ہم دونوں میاں بیوی تمہارے محلے میں کسی کام سے گئے تھے، واپس آتے ہوئے آدھی رات کا وقت تھا، تمہارے گھر کے سامنے سے گزرے تو تم گھر میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے اور باہر آواز آ رہی تھی۔ تمہاری آواز سن کر ہم دونوں وہیں کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم کافی دیر باہر کھڑے کھڑے تمہارا قرآن سنتے رہے۔ ابوموسیٰؓ نے حسرت سے کہا، یا رسول اللہ! مجھے پتہ نہیں چلا، اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ آپ باہر کھڑے ہیں تو میں اور زیادہ لَے اور مزے سے پڑھتا۔ وہ کیا عجیب تلاوت ہو گی جس نے حضورؐ کے قدم روک لیے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بھی بڑے قاری تھے۔ یہ وہ قاری تھے جن کے بارے میں جناب نبی کریمؐ نے فرمایا کہ:

من احب ان یقراء القرآن غضاً کما انزل فلیقراء علٰی قراء ت ابن أم عبد او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم جو آدمی قرآن مجید ایسا تازہ پڑھنا چاہتا ہے جیسے نازل ہو رہا ہو تو ابن ام عبد کے طریقے پر پڑھو۔ عبداللہ ابن مسعودؓ کی کنیت ابن ام عبد تھی۔ عبداللہ ابن

مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے مجھے ایک دن بلایا اور فرمایا، عبداللہ مجھے قرآن مجید سناؤ۔ عبداللہؓ نے کہا وعلیک اُنزل یا رسول اللہ یا رسول اللہ آپ پر تو قرآن مجید نازل ہوتا ہے، میں آپ کو سناؤں؟ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا، ہاں تم مجھے قرآن مجید سناؤ اس لیے کہ میں جس طرح قرآن مجید پڑھنے کا ثواب حاصل کرتا ہوں اسی طرح سننے کا ثواب بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں محدثین فرماتے ہیں کہ یہ ہماری تعلیم کے لیے تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس طرح پڑھنا سنت ہے اسی طرح سننا بھی سنت ہے۔ جس طرح قرآن مجید پڑھنا عبادت ہے اسی طرح توجہ کے ساتھ سننا بھی عبادت ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ پڑھتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے۔

حضرت ابو موسیٰؑ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ دونوں بڑے قاری، عالم اور فقیہ تھے۔ ان دونوں کو حضورؐ نے یمن کے ایک ایک حصے کا گورنر بنادیا تھا۔ یعنی یمن کے ایک حصے کا گورنر ایک کو جبکہ دوسرے حصے کا گورنر دوسرے کو۔ دونوں ایک دوسرے کے پاس ملاقات کے لیے آیا جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ دونوں میں مکالمہ ہوا۔ معاذ ابن جبلؓ نے ابو موسیٰؑ اشعریؓ سے پوچھا کہ بھئی تم قرآن مجید کیسے پڑھتے ہو، تمہارا کیا معمول ہے۔ ابو موسیٰؑ اشعریؓ نے کہا کہ میں تو چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، ہر وقت بس پڑھتا ہی رہتا ہوں۔ ان کے جواب میں ابو موسیٰ اشعریؓ نے معاذ ابن جبلؓ سے پوچھا کہ آپ قرآن مجید کیسے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھئی مجھ سے تو ایسے نہیں ہوتا، میرا تو قرآن مجید پڑھنے کا وقت بھی مقرر ہے اور طریقہ بھی۔ آدھی رات سو کر اٹھتا ہوں، وضو کر کے تازہ دم ہوتا ہوں اور پھر نماز میں کھڑے ہو کر تسلی کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔ مجھ سے تو یہ چلتے پھرتے نہیں پڑھا جاتا۔ یہ دونوں کا اپنا اپنا ذوق تھا اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک تھے۔ دونوں صحابیؓ ہیں اور دونوں بڑے قاری ہیں۔

رمضان المبارک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کا تیسرا معمول یہ تھا کہ حضورؐ رمضان المبارک میں عام دنوں سے زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔ حضورؐ سارا سال تو سخی ہوتے ہی تھے لیکن رمضان میں سخاوت کی حد ہو جاتی تھی۔ تمام سال حضورؐ کا معمول یہ ہوتا تھا کہ آپؐ کے دروازے سے کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔ جس سوالی یا ضرورتمند کی ضرورت آپؐ اپنے پاس سے پوری کر سکتے تھے، آپؐ کرتے تھے۔ لیکن جس کی ضرورت آپؐ خود پوری نہیں کر سکتے تھے، اس کی سفارش کر دیتے تھے، یعنی کسی ایسے آدمی سے کہہ دیتے تھے جس سے امید ہوتی کہ یہ اس ضرورتمند کی ضرورت پوری کر دے گا۔ اب جب حضورؐ کے کہنے پر کسی نے نیکی کی تو پہلا ثواب تو حضورؐ کو ہی پہنچا۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ نہ خود ضرورت پوری کر سکتے تھے اور نہ کوئی ایسا آدمی ہی ملتا تھا جو سوالی کی ضرورت پوری کر سکتا۔ ایسے ہی ایک واقعہ میں ایک شخص آیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں، آپ مجھے کھانا کھلائیں۔ آپؐ نے اپنے سب گھروں سے باری باری پتہ کیا لیکن کسی گھر سے کھانے کے لیے کچھ نہ ملا۔ حضورؐ نے مجلس میں کہا کہ کوئی ہے جو میرے مہمان کو کھانا کھلا دے۔ ابو طلحہ انصاریؓ اٹھے اور کہا یا رسول اللہ! میں کھلاتا ہوں۔ ابو طلحہؓ گھر گئے، جا کر بیوی سے پوچھا کہ کھانے کے لیے کچھ ہے؟ بیوی نے کہا، ہاں ایک آدمی کا کھانا ہے، یا تم کھا لو، یا میں کھا لوں یا پھر مہمان کو کھلا دو۔ بچے بھی بھوکے ہیں۔ ابو طلحہؓ نے کہا کہ حضورؐ کا مہمان ہے، اب اسے تو ہم واپس نہیں کر سکتے۔ بچوں کو کسی طریقے سے بہلا پھسلا کر سلا دو اور کھانا دستر خوان پر رکھ دو۔ مجھے تو اخلاقاً ساتھ بیٹھنا ہے اس لیے تم ایسا کرنا کہ کسی بہانے چراغ بجھا دینا۔ میں ساتھ بیٹھ کر بہانے سے اپنا منہ ہلاتا رہوں گا، اس طرح مہمان کھانا کھا لے گا۔ چنانچہ اس طرح انہوں نے مہمان کو کھانا کھلایا۔

اس صحابی کی شان میں قرآن کی یہ آیت اتری:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ ۔(سورہ الحشر:۹)

اور وہ (مہاجرین کو) اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اُن پر فاقہ ہو۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں انصار مدینہ کی شان ذکر فرمائی۔

یعنی حضورؐ کو خود میسر ہوتا تو دے دیتے ورنہ سفارش کر دیتے۔لیکن اگر پھر بھی کام نہ بنتا تو دُعا دے دیتے تھے کہ اللہ تمہاری ضرورت پوری کرے۔میں کبھی کبھی یہ سوچتا ہوں کہ ان تینوں میں سے بڑا عطیہ کون سا تھا؟ ایک آدمی کو حضورؐ سے کھانا مل گیا لیکن دوسرے کو حضورؐ کی دعا مل گئی۔تو زیادہ کس کو ملا،جس کو کھانا ملا یا جس کے لیے حضورؐ کے ہاتھ اٹھے؟ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کے در سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا،اور رمضان میں تو حضورؐ اتنے سخی ہوتے تھے کالریح المرسلۃ کہ گرم موسم میں چلنے والی ٹھنڈی ہوا کی طرح حضورؐ کی سخاوت ہوتی تھی۔یہاں (ورجینیا،امریکہ) میں پتہ نہیں کیسا موسم ہوتا ہے لیکن ہمارے ہاں سخت حبس کے موسم اور شدید گرمی کے عالم میں جب ٹھنڈی ہوا چلتی ہے تو کیا مزے کا وقت ہوتا ہے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان میں تو کوئی بھی حضورؐ کے فیض سے محروم نہیں رہتا تھا۔ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے رمضان المبارک کے حوالے سے حضورؐ کے یہ تین معمولات بیان کیے ہیں۔(سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،ص/79)

نماز تراویح عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی،لوگوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی،پھر دوسری رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو مقتدیوں کی

تعداد بڑھ گئی، پھر تیسری یا چوتھی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح کے لئے مسجد میں تشریف نہ لائے اور صبح آ کر فرمایا: میں نے تمہارا شوق دیکھ لیا اور میں اسی ڈر سے مسجد میں نہیں آیا کہ یہ نماز تراویح تم پر فرض کر دی جائے گی۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَصَلّٰی بِصَلَاۃِ النَّاسِ، ثُمَّ صَلّٰی مِنَ الْقَابِلَۃِ، فَکَثُرَ النَّاسُ، ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّیْلَۃِ الثَّالِثَۃِ اَوْ الرَّابِعَۃِ، فَلَمْ یَخْرُجْ اِلَیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ، قَدْ رَاَیْتُ الَّذِیْ صَنَعْتُمْ، فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَیْکُمْ اِلَّا اَنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ، قَالُوْا ذَالِکَ فِیْ رَمَضَانَ۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب ۲۵ الترغیب فی قیام رمضان وہو التراویح، حدیث ۱۷۶۱، نیز دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب ۸۰ اذا کان بین الامام وبین القوم حائط، حدیث ۷۲۹، وایضا کتاب الجمعۃ، باب ۲۹ من قال فی الخطبۃ بعد الثناء، أما بعد، حدیث ۹۲۴، وأیضا کتاب التہجد، باب ۵ تحریض النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی صلاۃ اللیل والنوافل، حدیث ۱۱۲۹ وأیضا کتاب صلاۃ التراویح، باب افضل من قام رمضان، حدیث ۲۰۱۲)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مسجد میں لوگوں کو نماز پڑھائی، پھر دوسرے دن بھی پڑھائی، چنانچہ لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی، تیسری یا چوتھی رات میں سب ہی لوگ جمع ہو گئے، اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کیلئے ان کے پاس نہیں پہنچے، جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے جو کیا وہ میں نے دیکھا میں صرف اسلئے تمہارے پاس نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے، راوی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ رمضان کا ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں دو یا تین دفعہ نماز تراویح باجماعت پڑھائی، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز تراویح کی بابت تمام احادیث کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی تعداد مقرر نہیں کی۔

بیس رکعات تراویح عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں

خلیفۂ دوم سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران ان سب کو ایک جماعت کے تحت منظم کردیا، چونکہ اب تراویح کے فرض ہوجانے کا احتمال نہیں تھا، یوں پورا رمضان نماز عشاء کے بعد باجماعت بیس تراویح اور تین وتر تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع اور اتفاق ہوگیا۔(موطاامام مالک، باب ماجاء فی قیام رمضان، نصب الرایۃ ۲/۱۵۴)

آج کل بعض حضرات پورے رمضان میں باجماعت تراویح اور باجماعت وتر ادا کرتے ہیں، چونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرات صحابہ نے ایسا ہی کیا تھا، لیکن تراویح کی تعداد کے بارے میں انہیں اشکال ہوجاتا ہے، اس سلسلہ میں درج ذیل روایات پیش نظر رکھی جائیں تو اشکال بھی رفع ہوجائے گا۔ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَ السَّمْعَ وَ الطَّاعَۃِ وَ اَنَّ عَبْدَ حَبْشِیْ فَاِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکَ یُرٰی اِخْتِلاَفًا کَثِیْرًا۔ فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ عَضُوًّا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ۔(سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ۱۶ ماجاء فی الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع، حدیث:۲۶۷۶، وسنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب ۵ فی لزوم السنۃ، حدیث ۴۶۹۷ صحیح، وسنن ابن ماجۃ، کتاب المقدمۃ، باب ۶ اتباع الخلفاء الراشدین المھدیین، حدیث ۴۲ صحیح)

”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تقوی اختیار کرو، اور امیر کی اطاعت کرو چاہے وہ حبشی غلام ہو، تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اس سے وابستہ رہو اور اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوط پکڑے رکھو“ اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تاکید کی ہے کہ میری سنت پر عمل کرنا تمہارے لئے ضروری ہے، اور میرے بعد میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا بھی تمہارے لئے ضروری ہے، اور اس اصول پر سختی سے کاربند رہو، یوں آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کے جس طریقے کو قابل عمل سنت قرار دیا ہے اسے نا قابل عمل بدعت کیوں کر کہا جاسکتا ہے؟ اور جس طریقے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضبوط تھامے رکھنے کا حکم دیا ہے اسے چھوڑنے کی تلقین کیسے کی جاسکتی ہے؟ اور جس عمل پر حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہوگیا ہو اس میں اختلاف کی گنجائش کہاں رہتی ہے؟ الغرض تراویح کی بابت خلیفۂ راشد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ سنت اسی صحیح حدیث کا مصداق ہے، لہٰذا پورا رمضان عشاء کے بعد باجماعت بیس تراویح اور تین وتر پڑھنے چاہئیں۔

تراویح عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں بھی بیس ہی تھی

تیسرے خلیفۂ راشد سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی باجماعت بیس تراویح اور وتر کا معمول رہا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، باب عدد رکعات القیام فی رمضان)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس

اللہ تبارک وتعالیٰ نے لباس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ **یَا بَنِی آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاساً یُّوَارِی سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشاً وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْر** ﴾۔ (سورۂ الاعراف، ۲۶)

اے آدم علیہ السلام کی اولاد! ہم نے تمہارے لیے لباس بنایا، جو تمہاری شرم گاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور بہترین لباس تقوی کا لباس ہے۔ **لِبَاسُ التقوی** سے مراد وہ لباس ہے جس میں حیا ہو۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **وَجَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ** ﴾۔ (سورۂ النحل، ۸۱)

اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں۔

قرآن وسنت کی روشنی میں علمائے کرام نے تحریر کیا ہے کہ انسان اپنے علاقہ کی عادات واطوار کے لحاظ سے چند شرائط کے ساتھ کوئی بھی لباس پہن سکتا ہے کیوں کہ لباس میں اصل جواز ہے، جیسا کہ سورۂ الاعراف آیت نمبر 32 میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ لباس اور کھانے کی چیزوں میں وہی چیز حرام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

شرعی لباس کی چند بنیادی شرائط

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی روشنی میں علمائے کرام نے لباس کی بعض حسب ذیل شرائط تحریر کی ہیں:

۱۔ مرد حضرات کے لیے ایسا لباس پہننا فرض ہے، جس سے ناف سے لے کر گھٹنے تک جسم چھپ جائے اور ایسا لباس پہننا سنت ہے جس سے ہاتھ، پیر اور چہرے کے علاوہ مکمل جسم چھپ جائے۔ عورتوں کے لیے ایسا لباس پہننا فرض ہے، جس سے ہاتھ، پیر اور چہرے کے علاوہ ان کا پورا جسم چھپ جائے۔ (نوٹ: یہاں لباس کا بیان ہے، نہ کہ پردے کا، غرضیکہ غیر محرم کے سامنے عورت کو چہرا ڈھانکنا ضروری ہے۔)

۲۔ لباس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔ (مثلاً مرد حضرات کے لیے ریشمی کپڑے اور خالص سرخ یا زرد رنگ کا لباس)

۳۔ ایسا تنگ یا خفیف لباس نہ ہو جس سے جسم کے اعضاء نظر آئیں۔

(اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص/ ۷۸)

۴۔ مردوں کا لباس عورتوں کے مشابہ اور عورتوں کا لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو۔

۵۔ مردوں کا لباس زیادہ رنگین اور عورتوں کا لباس زیادہ خوش بو والا نہ ہو۔

۶۔ مردوں کا لباس ٹخنوں سے اوپر جب کہ عورتوں کا لباس ٹخنوں سے نیچے ہو۔

۷۔ کفار و مشرکین کے مذہبی لباس سے مشابہت نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ لباس سفید پوشاک

امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑوں کو بہت پسند فرماتے تھے۔ متعدد احادیث میں اس کا تذکرہ ملتا ہے، یہاں اختصار کی وجہ سے صرف ۲ حدیثیں ذکر کر رہا ہوں:

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کپڑوں میں سے سفید کو اختیار کیا کرو، کیوں کہ وہ تمہارے کپڑوں میں بہترین کپڑے ہیں اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (ترمذی/ الجنائز 994، ابوداؤد/ اللباس، ۴۰۶۱۵، ابن ماجہ/ باب ماجاء فی الجنائز، مسند احمد 247/1 صحیح ابن حبان)

حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفید لباس پہنو، کیوں کہ وہ بہت پاکیزہ، بہت صاف اور بہت اچھا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (النسائی۔ الامر بلبس البیض من الثیاب، ترمذی، ابن ماجہ)

زیادہ پاکیزہ اس لیے کہ وہ بہت جلدی میلے ہو جاتے ہیں، اسی لیے زیادہ دھوئے جاتے ہیں، برخلاف رنگین کپڑوں کے، کیوں کہ دیر سے دھوئے جانے کی وجہ سے ان میں زیادہ گندگی ہوتی ہے۔ اچھے اس لیے کہ طبیعت سلیمہ ان کی طرف میلان کرتی ہے۔ اشعۃ اللمعات۔ کتاب اللباس)۔

شیخ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ (متوفی 373ھ) نے اپنی کتاب "بستان العارفین" میں اور فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب "رد المختار" کے مصنف علامہ شامیؒ نے تحریر کیا ہے کہ رنگوں میں پسندیدہ رنگ سفید ہے اور سفید لباس پہننا سنت ہے۔

رنگین لباس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وعمل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر سفید لباس پہنا کرتے تھے، اگرچہ دوسرے رنگ کے کپڑے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیے ہیں۔ رنگین لباس چادر یا عبایہ یا جبہ کی شکل میں عموماً ہوا کرتا تھا، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اور تہہ بند عموماً سفید ہوا کرتی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خالص زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا کہ یہ کافروں کا لباس ہے اس کو نہ پہنو۔ (مسلم 2077)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو جلا ڈالو۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ تو میں ارغوانی گھوڑے پر سوار ہوں گا اور نہ پیلے رنگ کے کپڑے پہنوں گا، جو ریشمی حاشیہ والے ہوں اور فرمایا کہ خبردار رہو کہ مردوں کی خوش بو وہ خوش بو ہے جس میں رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوش بو وہ خوش بو ہے جس میں خوش بو نہ ہو، رنگ ہو۔ (مشکوۃ ص375)

ارغوان ایک سرخ رنگ کا پھول ہے، اب ہر سرخ رنگ کو ارغوانی کہا جاتا ہے، وہی یہاں مراد ہے۔

حضرت ابی رِمثہ رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز کپڑوں میں ملبوس دیکھا۔ (ابوداؤد 4065، ترمذی 2813)

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد درمیانی تھا۔ ایک مرتبہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ دھاریوں والی چادر میں ملبوس دیکھا۔ میں نے کبھی بھی اس سے زیادہ کوئی خوب صورت منظر نہیں دیکھا۔ (بخاری 258/10 و مسلم 2337)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرخ دھاریوں والی یمنی چادر کو بہت پسند فرماتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

وضاحت: بعض روایات میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ پوشاک استعمال کی ہے، جبکہ دیگر احادیث میں مردوں کو سرخ اور پیلے کپڑے پہننے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس بظاہر تضاد کی محدثین و علماء نے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ خالص سرخ یا خالص پیلے کپڑے نہیں پہننے چاہیے، البتہ سرخ یا پیلے رنگ کی دھاریوں والے (یعنی ڈیزائن والے) کپڑے پہنے جاسکتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں میں قمیص زیادہ پسند تھی۔

(ترمذی 1762، ابوداؤد 4025)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے جو اوصاف احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کا رنگ عموماً سفید ہوا کرتا تھا۔

(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد، صحیح ابن حبان وغیرہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص تقریباً نصف پنڈلی تک ہوا کرتی تھی۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین عموماً پہونچے تک ہوا کرتی تھی۔

(ابوداؤد ج 2 ص 203، ترمذی)

کبھی کبھی انگلیوں کے سرے تک۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص اور قمیص کی آستین کشادہ ہوا کرتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ اکثر اوقات سفید ہی ہوا کرتا تھا اور کبھی سیاہ اور کبھی سبز۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ عموماً 6۔7 ذراع لمبا ہوا کرتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اسے دونوں کندھوں کے درمیان ڈالتے تھے۔ یعنی عمامہ شریف کا "شملہ" دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا تھا۔ (مشکوۃ ص374)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ (مسلم، ترمذی)

حضرت جعفر بن عمرو بن حریث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔ (ترمذی)

نوٹ: شملہ لٹکانا مستحب ہے اور سنن زوائد میں سے ہے۔ شملہ کی کم از کم مقدار چار انگل ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عموماً سفید ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔ وطن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر سے چپکی ہوئی ٹوپی اوڑھا کرتے تھے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر کی ٹوپی اٹھی ہوئی ہوتی تھی۔ علامہ ابن القیمؒ اپنی بلند پایہ کتاب "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد" میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ باندھتے تھے اور اس کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹوپی پہنے بغیر بھی عمامہ باندھتے تھے۔ سعودی عرب کے تمام شیوخ کا فتویٰ بھی یہی

ہے کہ ٹوپی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تمام محدثین ومفسرین وفقہاء وعلماء وصالحین کا طریقہ ہے۔ نیز ٹوپی پہننا انسان کی زینت ہے اور قرآن کریم (سورہ الاعراف 31) کی روشنی میں نماز میں زینت مطلوب ہے۔ لہٰذا ہمیں نماز ٹوپی پہن کر ہی پڑھنی چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے غلام نافع کو ننگے سر نماز پڑھتے دیکھا تو بہت غصہ ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ ہم اس کے سامنے زینت کے ساتھ حاضر ہوں۔ امام ابوحنیفہؒ نے ننگے سر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ موجودہ زمانہ کے محدث شیخ ناصر الدین البانیؒ نے بھی اپنی کتاب "تمام المنۃ" کے صفحہ 164 پر تحریر کیا ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک طیالسی کسروانیہ جبہ مبارک نکالا، جس کا گریبان ریشم کا تھا اور اس کے دونوں دامن ریشم سے سلے ہوئے تھے اور فرمایا کہ یہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ ہے، جوام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس تھا، جب وہ وفات پاگئیں تو اسے میں نے لے لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے۔ اب ہم اسے بیماریوں کے لیے دھوتے ہیں اور اس سے شفا حاصل کرتے ہیں۔ (مشکوۃ ص374)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رومی اور شامی اونی جبوں کا بھی استعمال کیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازار (یعنی تہہ بند و پائجامہ وغیرہ)

ازار اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کے نچلے حصہ میں پہنا جاتا ہے۔ عموماً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تہہ بند کا استعمال فرماتے تھے، کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پائجامہ بھی استعمال کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہہ بند ناف کے اوپر سے نصف پنڈلی تک رہا کرتا تھا۔ صحابہ کرامؓ بھی عموماً تہہ بند استعمال کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے پائجامہ بھی پہنتے تھے۔

حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کا لباس آدھی پنڈلی تک رہنا چاہیے۔ نصف پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان اجازت ہے۔ لباس کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص بطور تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر عنایت نہیں فرمائے گا۔ (بخاری 10/217، مسلم 2085)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لباس کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔ (بخاری 10/218)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لٹکانا تہہ بند، قمیص اور عمامہ میں پایا جاتا ہے، جس نے ان میں سے کسی لباس کو بطور تکبر ٹخنوں سے نیچے لٹکایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ (ابوداؤد 4094، نسائی 8/208)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پائجامہ کے متعلق فرمایا وہی حکم قمیص کا بھی ہے۔ (ابوداؤد)

مذکورہ ودیگر احادیث کی روشنی میں علمائے کرام نے اس مسئلہ کی مذکورہ شکلیں اس طرح تحریر فرمائی ہیں۔

نصف پنڈلی تک لباس: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت

ٹخنوں تک لباس: رخصت یعنی اجازت۔

تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس: مکروہ۔

تکبرانہ ٹخنوں سے نیچے لباس: حرام۔

عورتوں کا لباس ٹخنوں سے نیچا ہونا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جو شخص بطور تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ حضرت ام سلمہؓ نے سوال کیا کہ عورتیں اپنے دامن کا کیا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ (نصف پنڈلی سے) ایک بالشت نیچے لٹکائیں۔ حضرت ام سلمہؓ نے دوبارہ سوال کیا کہ اگر پھر بھی ان کے قدم کھلے رہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ (نصف پنڈلی سے) ایک ذراع (شرعی پیمانہ جو تقریباً 30 سینٹی میٹر کا ہوتا ہے) نیچے لٹکالیں، لیکن اس سے زیادہ نہیں۔ (ابوداؤد 4119، ترمذی 1736)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس میں میانہ روی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلیٰ وعمدہ وقیمتی لباس بھی پہنے ہیں، مگر ان کی عادت نہیں ڈالی۔ ہر قسم کا لباس بے تکلف پہن لیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنا، بروز قیامت اللہ تعالیٰ اسے ذلت کا کپڑا پہنائے گا۔ (ابوداؤد۔ باب فی لباس الشھرۃ)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے ام المومنین حضرت عائشہؓ نے ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور موٹا تہہ بند نکالا، پھر فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ ان دونوں میں قبض کی گئی۔ (بخاری ج2 ص865، مسلم)

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ا نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہیں دنیا سے اتنا کافی ہو جیسے سوار مسافر کا توشہ اور امیروں کی مجلس سے اپنے آپ کو بچاؤ اور کسی کپڑے کو پرانا نہ سمجھو، حتی کہ اس کو پیوند لگالو۔ (ترمذی 1780)

یہ انتہائی قناعت کی تعلیم ہے کہ پیوند لگے کپڑے پہننے میں عار نہ ہو۔

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمتوں کا اثر بندے پر ظاہر ہو۔ (ترمذی2820)

یعنی اگر مال اللہ تعالیٰ نے دیا ہو تو اچھے کپڑے پہننے چاہییں۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ڈر سے لباس میں فضول خرچی سے اپنے آپ کو بچایا، حالاں کہ وہ اس پر قادر تھا تو کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے سامنے اس کو بلائے گا اور جنت کے زیورات میں سے جو وہ چاہے گا اس کو پہنایا جائے گا۔ (ترمذی2483)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گندے کپڑے پہنے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ انے فرمایا: کیا اس شخص کو کوئی چیز نہیں ملی کہ یہ اپنے کپڑے دھو سکے؟ (نسائی، مسند احمد)

غرضیکہ حسب استطاعت فضول خرچی کے بغیر اچھے وصاف ستھرے لباس پہننے چاہییں۔

لباس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض سنتیں

دائیں طرف سے کپڑا پہننا سنت ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قمیص زیب تن فرماتے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے۔ (ترمذی ج 1 ص 302) اس طرح کہ پہلے دایاں ہاتھ دائیں آستین میں ڈالتے، پھر بایاں ہاتھ بائیں آستین میں ڈالتے۔

نیا لباس پہننے کی دعا

حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام

رکھتے، عمامہ یا قمیص یا چادر، پھر یہ دعا پڑھتے: **اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْہِ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِہٖ وَخَیْرِ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ۔**

اے میرے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ پہنایا، میں اس کپڑے کی خیر اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر مانگتا ہوں اور اس کی اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ (ابوداوٗد، ترمذی)

پائجامہ وغیرہ بیٹھ کر پہنیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ہے کہ پائجامہ/شلوار بیٹھ کر پہنیں۔ بعض احادیث ضعیفہ میں کھڑے ہوکر پائجامہ وغیرہ پہننے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے، مثلاً: جس نے بیٹھ کر عمامہ باندھا یا کھڑے ہوکر سراویل (پائجامہ یا شلوار) پہنی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی مصیبت میں مبتلا فرمائے گا جس کی کوئی دواء نہیں۔

یہ حدیث شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "کشف الالتباس فی استحباب اللباس" میں ذکر کی ہے۔ ہمارے علماء کرام ہمیشہ احتیاط پر عمل کرتے ہیں، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ہم اپنا پائجامہ وغیرہ بیٹھ کر پہنیں اگرچہ کھڑے ہوکر پہننا بھی جائز ہے۔

بالوں کی چادر

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک مرتبہ صبح کو مکان سے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ (شمائل ترمذی)

ریشمی لباس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

ریشمی لباس پہننا مردوں کے لیے حرام ہے، البتہ 2 یا 3 یا 4 انگل ریشمی حاشیہ والے

کپڑے مردوں کے لیے جائز ہیں۔ نیز خارش اور کھجلی کے علاج کے لیے ریشمی لباس کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مرد نے دنیا میں ریشمی کپڑے پہنے وہ آخرت میں ریشمی کپڑوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عمر فاروقؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میں صرف وہی مرد ریشمی کپڑے پہن سکتا ہے جس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابوموسی اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ریشمی کپڑے اور سونے کے زیورات میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (ترمذی 1720)

حضرت عمر فاروقؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے، مگر ایک یا دو یا تین یا چار انگلیوں کی مقدار۔

(بخاری/ اللباس 5829، مسلم/ اللباس والزینہ 2069)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو خارش کے علاج کے لیے ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت عطا فرمائی۔ (بخاری، مسلم)

لباس میں کفار و مشرکین سے مشابہت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومی طور پر (یعنی لباس اور غیر لباس میں) کفار و مشرکین سے مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے، چناں چہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان احادیث کی کتابوں میں موجود ہے: جس نے جس قوم سے مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہو جائے گا۔ (ابوداؤد 4031)

زرد رنگ اور لباس میں مشابہت کرنے سے خاص طور پر منع فرمایا گیا ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان کو خالص زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا کہ یہ کافروں کا لباس ہے، اس کو نہ پہنو۔ (مسلم 2077)

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ نے آذربائیجان کے مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ عیش پرستی اور مشرکوں کے لباس سے بچو۔ (مسلم 2609)

مردوں اور عورتوں کے لباس میں مشابہت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں سے (لباس یا کلام وغیرہ میں) مشابہت کرتے ہیں، اسی طرح لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں کی (لباس یا کلام وغیرہ میں) مشابہت کرتی ہیں۔ (بخاری)

سفر معراج

اسی سال ماہ رجب کی ستائیسویں شب آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر پر تشریف لے گئے اور اسی سفر میں پانچوں نمازیں فرض کی گئیں، جب اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں اسلام کی اشاعت کا فیصلہ فرمالیا تو قبیلہ اوس کے چند آدمیوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ میں ملاقات ہوگئی اور ان میں سے دو آدمی اسعد بن زاردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ بعثتِ نبوی کے گیارہویں سال کچھ اور آدمی مدینہ سے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے اور ان میں سے تقریباً آٹھ افراد مسلمان ہوئے، بعثت نبوی کے بارہویں سال جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۲ سال تھی، ماہ ذوالحجہ میں جمرہ عقبہ کے قریب مدینہ سے آئے ہوئے تقریباً بارہ افراد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، جسے بیعت عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے، اگلے سال جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر کے ترپنویں

سال میں تھے تو ماہ ذی الحجہ میں مدینہ طیبہ سے ایک بڑا قافلہ مکہ معظّمہ پہنچا، جن میں ستر مرد اور دو عورتیں شامل تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف شب کے وقت جمرۂ عقبہ کے قریب ان سے ملاقات کی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ سے آئے ہوئے ان حضرات سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: یہ میرا بھتیجا ہے جو ہمیشہ اپنی قوم میں عزت وحفاظت کے ساتھ رہا ہے، تم ان کو مدینہ لے جانا چاہتے ہو۔ اگر ان کے مخالفین سے ان کی حفاظت کا ذمہ لے سکتے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ ان کو اپنے قبیلہ میں رہے دو۔ اس مدنی قافلہ کے سردار نے کہا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں، اے اللہ کے رسول اپنا دست مبارک دیجیے کہ ہم بیعت کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا اور یہ سب لوگ بیعت نبوی سے مشرف ہوئے، اس بیعت کو بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ (الرحیق المختوم ص ۱۵۸)

سفرِ معراج کی صحیح تاریخ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفرِ معراج اتنا عظیم الشان تھا کہ ایسا سفر نہ کسی نے اس سے پہلے کیا نہ بعد میں کوئی کر سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے بلند مقام تک پہنچایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں سے بھی آگے بڑھ گئے، عرش عظیم تک آپ کی رسائی ہوئی جو کائنات کا منتہیٰ ہے، کائنات کی آخری حد ہے جس کے بعد اب کوئی مقام نہیں، گویا بقول عارفین کے عرش تک سیر کرانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ عرش کائنات کا منتہیٰ ہے، اس کے بعد کسی مخلوق کا وجود ثابت نہیں، اسی طرح نبوت ورسالت کے تمام کمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہیں، آپ پر ختم ہیں۔ (سیرت مصطفیٰ ج ۱/ ۲۸۹)

معراج کس سال اور کس مہینہ میں ہوئی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کس سال ہوئی اس میں علماءِ سیر کا اختلاف ہے، تقریباً دس قول ہیں جو فتح الباری میں مفصل مذکور ہیں۔

راجح قول یہ ہے کہ معراج کا سفر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور بیعتِ عقبہ سے پہلے ہوا، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات شعبِ ابی طالب سے نکلنے کے بعد ہوئی اور شعبِ ابی طالب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنہ ۱۰ نبوی میں نکلے، اس سے یہ پتہ چلا کہ معراج سنہ ۱۰ نبوی کے بعد ہوئی۔

پس شعبِ ابی طالب سے نکلنے کے بعد ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا سفر کیا، سفرِ طائف کے بعد معاً معراج کا سفر ہوا۔

کس مہینہ میں ہوا؟ اس میں بھی اختلاف ہے، پانچ قول ہیں، ربیع الاول، ربیع الآخر، رجب، رمضان اور شوال۔

مشہور قول یہ ہے کہ معراج کا سفر رجب کی ستائیسویں شب میں ہوا۔

معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ ہے

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مختلف معجزات عطا فرمائے، ہر نبی کو اپنے زمانے اور دور کے لحاظ سے معجزات دیئے گئے، حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا زور تھا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کے لحاظ سے عصا کا معجزہ دیا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا زور تھا، ایسے ماہر طبیب تھے جو مریض کی آواز سن کر مرض کی تشخیص

کر لیتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزہ دیا، مٹی کی چڑیا بنا کر اس کو زندہ کر دیتے تھے، کوڑھی اور مادرزاد اندھوں کو ہاتھ پھیر کر اچھا کر دیتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نارِ نمرود کو گلزار بنا دیا، یہ آپ کا معجزہ تھا، حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو موم بنا دیا۔

غرض ہر نبی کو معجزے دیئے گئے تا کہ لوگ معجزات کو دیکھ کر یقین کریں۔

قرآن کہتا ہے **وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ۔** (مائدہ-آیت ۳۲)

ہمارے پیغمبر لوگوں کے پاس کھلی نشانیاں لیکر آئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے سردار ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات بھی بیشمار اور بڑے بڑے عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا اور زندہ وجاوید معجزہ قرآن ہے، یہ معجزہ آج بھی موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات بیشمار ہیں، جس پر علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

معراج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ ہے، معراج کی روایتیں تقریباً پینتالیس صحابہ سے مروی ہیں، اور قرآن کریم کی دو سورتوں میں معراج کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کریم سے معراج کا ثبوت

سورۂ اسراء میں حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلاً مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ آيَاتِنَا، اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ (سورہ اسراء، آیت-۱)

قرآن کا عجیب اندازِ خطاب ہے، واقعہ کا آغاز سبحان کے لفظ سے کیا چونکہ معراج کا واقعہ

بڑا انوکھا ہے، عقل میں نہیں آتا کہ اسی جسم وروح کے ساتھ اتنا بڑا سفر اور اتنے تھوڑے وقت میں اسی لئے لوگوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ بعض نئے نئے مسلمان بھی مرتد ہو گئے۔

سبحان کا لفظ لا کر قرآن گویا یوں کہہ رہا ہے۔

لوگو! اس پر کیوں تعجب کر رہے ہو، اس کو ماننے میں کیوں پس وپیش کر رہے ہو؟

اس کو کیوں جھٹلا رہے ہو؟ معراج کا کیوں انکار کر رہے ہو؟

اس کو اپنی ذات پر کیوں قیاس کر رہے ہو؟

ہر جگہ عقلی گھوڑے نہیں دوڑائے جاتے، بلکہ بہت سی جگہ پر ڈھال ڈال دینی پڑتی ہے، معراج ہمارے محبوب نے خود نہیں کی، بلکہ ہم نے کروائی۔

ہمارے محبوب کو آسمانی سفر کروانے والی ذات۔

رات کے تھوڑے وقت میں اتنا عظیم سفر کروانے والی ذات۔

آسمانی عجائبات دکھلانے والی ذات۔

معراج کی عزتوں اور رفعتوں سے سرفراز کرنے والی ذات۔

کون ہے......؟

وہ ذات سبحان ہے!!!

سبحان اس ذات کو کہتے ہیں جو ہر عیب، ہر نقص، ہر کمی سے پاک اور ہر قید وحد بندی سے بالاتر ہو، جو کمالات کی جامع ہو، سبحان اور تسبیح کا لفظ بولا ہی ایسے موقع پر جاتا ہے جہاں کوئی اہم اور عظیم الشان امر کی طرف اشارہ مقصود ہو۔

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے، **فَالتَّسْبِيحُ اِنَّمَا يَكُوْنُ عِنْدَ الْاُمُوْرِ الْعِظَامِ۔**

تسبیح اور سبحان کے لفظ کا استعمال بڑے، عظیم اور اہم امور کے وقت ہوتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳/ ۲ ۳، سورۃ الاسراء)

سفر کروانے والی ذات سبحان ہے

لہٰذا جب سفر کروانے والی ذات سبحان ہے تو تم اس سفر کو اپنی عقل وخرِد پر نہ جانچو، اپنے عقلی گھوڑے نہ دوڑاؤ...... بلکہ اس ذات کی قدرت کے آئینہ میں دیکھو۔

اس سفر کے بیان کے آغاز میں ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت، اپنی شان وشوکت اور اپنی عظمت کا تعارف کروایا کہ ہماری ذات وہ ہے جسے سبحان کہا جاتا ہے۔

سبحان الذی اسریٰ پاک ہے وہ ذات جو پاک ہے ہر عیب سے، ہر نقص رضی اللہ عنہ سے، وہ ذات رات ورات لے گئی اپنے بندہ کو اس سے اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ عظیم الشان معجزہ ہے، جو ہمارے نبی اکے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

اسراء کہتے ہیں رات میں سفر کرنے کو، اسراء میں رات کا ذکر آ گیا، مگر پھر مستقلاً لیلاً بھی لایا گیا جونکرہ ہے اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ یہ سفر رات میں ہوا اور رات کے تھوڑے حصہ میں ہوا۔

وہ ذات بہت بڑی قدرت والی ہے جس نے اتنا عظیم الشان سفر اتنے تھوڑے وقت میں کروایا۔

رسالت بیان کیا جارہا ہے کہ یہ ہمارے رسول ہیں، پیغمبر ہیں جنہیں ہم انسانوں کی طرف بھیج رہے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدیت کا وصف سب سے زیادہ محبوب تھا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ وصف سب سے زیادہ محبوب تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ''اَنَا اٰکُلُ کَمَا یَأْکُلُ الْعَبْدُ''میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے بندہ غلام کھاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عمل سے عبدیت ٹپکتی تھی۔

امام رازیؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم سلیمان انصاری کو یہ کہتے

ہوئے سنا کہ شبِ معراج میں حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ گو کونسا لقب اور کونسی صفت سب سے زیادہ پسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفتِ عبدیت، تیرا بندہ ہونا مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہے، اس لئے جب یہ سورت نازل ہوئی تو اسی پسند کردہ لقب کے ساتھ نازل ہوئی۔ (سورۃ مزمل آیت-۱۵)

سفر معراج کا بیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

بَیْنَمَا اَنَا فِی الْحَطِیْمِ مُضْطَجِعاً: اس دوران کہ میں حطیم میں سویا ہوا تھا، ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبِ ابی طالب میں تھے، ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تھے، ان تمام روایات میں جمع کی صورت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھے جو شعب ابی طالب کے پاس تھا۔

اِذْ اَتَانِیْ آتٍ: کہ یکا یک جبرئیل گھر کی چھت کھول کر اندر آئے، دروازے سے نہیں آئے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا ہی سے معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کوئی خلافِ عادت معاملہ، کوئی انوکھا معاملہ ہونے والا ہے۔

جبرئیل علیہ السلام نے جگایا اور حطیم میں لے گئے، نیند کا چونکہ غلبہ تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ حرام میں حطیم میں سو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک طرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے اور دوسری طرف حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے، قریش کی عادت تھی خانہ کعبہ میں سویا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کہنے والے کو سنا جو کہہ رہا تھا کہ ان تینوں میں ایک شخص ہے جو درمیان میں سویا ہوا ہے۔

مسجدِ حرام میں شقِ صدر ہوا

پھر جبرئیل ومیکائیل مجھے زمزم کے کنویں کے پاس لے گئے، میرا سینہ چاک کیا، ”فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِیْ“ میرا دل نکالا۔

ثُمَّ اُتِیَتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْئَةً اِیْمَانًا فغَسَلَ قَلْبِی۔

پھر سونے کا طشت ایمان وحکمت سے بھرا ہوا لایا گیا، پھر میرے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا۔ (کنزالعمال، رقم/۳۱۸۴۲، صحیح البخاری رقم/۳۸۸۷)

قلبِ اطہر کو آبِ کوثر سے بھی دھویا جاسکتا تھا، مگر زمزم سے دھویا...... بعض علماء کے نزدیک یہ دلیل ہے کہ زمزم کا پانی آبِ کوثر سے بھی افضل ہے۔

قلبِ مبارک کو دھوکر اس میں ایمان وحکمت بھرا گیا۔

ایک روایت میں ہے **وَمَلَأَهُ حِلْماً وَعِلْمًا وَاِیْمَانًا وَیَقِیْنًا وَاِسْلَاماً**: کہ قلبِ مبارک کو حلم، علم، ایمان ویقین اور اسلام سے پُر کیا۔

ثُمَّ اُعِیْدَ: پھر قلب مبارک کو اپنی جگہ رکھ دیا گیا، یہ گویا آپریشن ہوا۔

سینہ کو چاک کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں علم وحکمت، اور ایمان ویقین کو بھر کر عالمِ بالا کے لئے تیار کیا گیا، تاکہ قلبِ مبارک عالمِ ملکوت کی سیر اور تجلیاتِ الٰہیہ، آیاتِ ربانیہ اور کلامِ الٰہی کا تحمل کر سکے۔

شقِّ صدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں چار مرتبہ ہوا

شقِّ صدر سے مراد حقیقۃً سینہ چاک کرنا ہے یعنی باقاعدہ آپریشن کی طرح سینہ چاک کیا گیا، شقِ صدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں چار مرتبہ پیش آیا۔

پہلی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے زمانے میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں تھے، اور عمر مبارک چار سال تھی، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں تھے کہ دو فرشتے جبرئیل ومیکائیل انسانی شکل میں آئے، اور ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر نمودار ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لٹا کر سینہ مبارک چاک کیا، پھر دل کو نکالا، اس کو بھی چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو ٹکڑے خون کے جمے ہوئے نکالے، پھر پیٹ اور قلبِ مبارک کو اس طشت میں رکھ کر دھویا، اس کے بعد سینہ کو اپنی جگہ رکھ کر ٹانکے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت لگائی۔

دوسری مرتبہ دس سال کی عمر میں شقِ صدر ہوا، تیسری مرتبہ بعثت کے وقت یہ واقعہ پیش آیا، اور چوتھا یہ موقع ہے معراج کا جس میں شقِ صدر ہوا۔

براق کے ذریعہ بیت المقدس کا سفر

بہرحال جب شقِ صدر ہو گیا تو اس کے بعد۔

ثُمَّ اُتِیتَ بِدَابَّةٍ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ اَبْیَضَ۔

پھر ایک سفید سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی، جو اتنی تیز رفتار تھی، روایتوں میں ہے۔

یَضَعُ خُطْوَتَه عِنْدَ اَقْصٰی طَرْفِهٖ۔

جو اپنا پہلا قدم منتہائے نظر پر رکھتی تھی، جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے وہاں اس کا پہلا قدم پڑتا تھا۔ (بخاری شریف رقم/ ۳۸۸۷)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم براق پر بیٹھے تو مستی میں آ گیا، شوخی کرنے لگا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

اَلَا تَسْتَحْیِ یَا بُرَاقُ مِمَّا تَصْنَعُ۔ براق! تجھے یہ حرکت کرتے ہوئے۔

شرم نہیں آرہی ہے، تجھے پتہ ہے تیری پیٹھ پر کون سوار ہے؟

فَوَاللّٰہِ مَارَکِبَکَ عَبْدُاللّٰہِ قَبْلَ مُحَمَّدٍ اَکْرَمُ عَلَیْہِ مِنْہُ۔

اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معزز ومکرم کوئی اللہ کا بندہ تجھ پر پہلے سوار نہیں ہوا۔

(الروض الانف ج ۲ / ۱۸۷ و سیرت ابن ہشام ج ۱ / ۳۹۸)

براق کی یہ شوخی خوشی کے سبب تھی، لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ معلوم ہوا تو تھم گیا، اور شرمندہ ہو کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔

پس سفر شروع ہو گیا، جبرئیل نے رکاب پکڑی اور میکائیل نے لگام تھامی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہو گئے۔

مسجد حرام سے بیت المقدس تک کون کونسی منزل آئی

براق کے ذریعہ یہ سفر مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک ہوا، دوران سفر چار جگہ منزل کروائی، پہلا اسٹاپ (منزل) ایسی سرزمین پر ہوا جہاں کھجوروں کے گھنے باغات تھے، کھجوروں والا علاقہ تھا۔

جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اتر کر یہاں نفل پڑھیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھی، جبرئیل علیہ السلام نے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی یہ کونسی سرزمین ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے نہیں معلوم۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب (مدینہ منورہ) میں نماز پڑھی، یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کریں گے۔

پھر سفر شروع ہوا، راستہ میں ایک جگہ منزل ہوئی، جو سفید جگہ تھی، جبرئیلؑ نے کہا یہاں بھی اتر کر دو رکعت پڑھیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتر کر دو رکعت پڑھی، جبرئیل علیہ السلام نے کہا، پیارے آقا یہ مدین کا علاقہ ہے، جہاں حضرت شعیب علیہ السلام رہا کرتے تھے۔

پھر سفر شروع ہوا، ایک جگہ پھر منزل ہوئی، جبرئیلؑ نے کہا پیارے آقا! یہاں بھی دو رکعت پڑھیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھی، جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ وادئ سینا ہے، اس میں یہ درخت وہ ہے جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے تھے۔

وہاں سے روانہ ہوئے، راستہ میں ایک جگہ پھر منزل کی، یہاں بھی جبرئیل علیہ السلام نے کہا پیارے آقا! اتر کر دو رکعت پڑھیے، پھر بتلایا کہ یہ بیت اللحم کا علاقہ ہے، یروشلم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ / ۳۶۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم اسباب، عالم برزخ اور عالم آخرت تینوں دکھائے گئے

اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین طرح کے مشاہدات کروائے گئے، عالمِ اسباب کے، جس دنیا میں ہم اور آپ رہتے ہیں، اس کو عالمِ اسباب کہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ اسباب کی چیزیں دکھائیں، عالمِ برزخ کا مشاہدہ کروایا گیا، عالمِ برزخ وہ عالم ہے جو موت کے بعد سے شروع ہوتا ہے، موت کے بعد سے قیامت تک کے عالم کا نام عالمِ برزخ ہے، جس کو قرآن کہتا ہے۔

وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔

آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کو چاہے دفن کیا جائے یا جلا کر راکھ کر دیا جائے یا سمندر میں

ڈبو یا جائے، بہرصورت وہ اس عالم میں رہتا ہے اور اس کی روح کے ساتھ سارا معاملہ ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برزخ کے مناظر بھی دکھلائے گئے۔

ایک تیسرا عالم ہے عالمِ آخرت، عالمِ آخرت قیامت سے لیکر ابدالا باد تک ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ آخرت کے مناظر بھی دکھلائے گئے، وہاں کے عجائبات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھے، آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے کائنات کے آخری سرے تک پہنچ گئے اور مقامِ آخرت کے مناظر اور عجائبات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے گئے۔

عالمِ برزخ کی آسان مثال

عالمِ برزخ کو سمجھنے کے لئے علماء نے ایک مثال دی ہے، جیسے سویا ہوا آدمی خواب دیکھتا ہے، بعض مرتبہ عجیب وغریب خوشی کے مناظر دیکھتا ہے، بڑے بڑے محلات نظر آئے، لوگوں کا ہجوم ہے، بڑا زبردست فنکشن ہورہا ہے، بہترین قسم کے کھانے دسترخوان پر چنے ہوئے ہیں، اور دوستوں کے ساتھ مزے لیکر کھارہا ہے۔

اور کبھی غم اور پریشان کُن مناظر دیکھتا ہے، موت کا منظر دیکھتا ہے، گھر میں کسی عزیز کی موت واقع ہوگئی، اپنے آپ کو جیل خانے میں دیکھتا ہے، کبھی کوئی سنگین حادثہ مثلاً آگ لگ گئی اور بڑا بھاری نقصان ہوگیا یا ایکسیڈنڈ ہوگیا۔

یہ سارے مناظر سویا ہوا آدمی خواب میں دیکھتا ہے، اچھے خواب پر خوش ہوتا ہے اور برے خواب پر غمزدہ ہوتا ہے مگر اس کے پاس بیٹھا ہوا آدمی اس کو ذرا بھی محسوس نہیں کرتا عالمِ برزخ کا معاملہ اسی طرح ہے، روح کے ساتھ جزا اور سزا کے سارے معاملات ہوتے ہیں مگر دوسرے لوگوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا، خواب کی مثال صرف سمجھانے کے لئے دی گئی ہے،

خواب میں جو کچھ ہوتا ہے وہ حقیقت نہیں رکھتا مگر عالمِ برزخ میں انسانی روح پر جزا اور سزا کا جو معاملہ ہوتا ہے وہ حقیقتاً ہوتا ہے۔

دورانِ سفر عالمِ برزخ کے مناظر

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دورانِ سفر بہت سارے عجائبات عالمِ برزخ کے دکھلائے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار جارہے ہیں کہ ایک منظر یہ دیکھا کہ ایک بڑھیا کھڑی ہے، جو آپ کے قریب ہورہی ہے، اور آواز دے رہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا آگے بڑھیے، ادھر مت توجہ دیجئے، آپ چلتے رہئے آگے ایک بوڑھا ملا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف بلا رہا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ادھر آیئے، جبرئیل علیہ السلام نے کہا چلتے رہئے، ادھر مت مڑیئے، پھر آگے چلے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک جماعت پر ہوا، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح سلام کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا آخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ۔

جبرئیل علیہ السلام نے کہا انہیں سلام کا جواب دیجئے۔

پھر بتلایا کہ پیارے آقا! وہ جو بڑھیا آپؐ نے دیکھی تھی، وہ دنیا تھی، اس کی عمر اب اتنی ہی رہ گئی ہے جتنی ایک بڑھیا کی رہ جاتی ہے، اور وہ بوڑھا جو آپؐ کو بلا رہا تھا وہ شیطان ابلیس تھا، وہ دونوں آپؐ کو اپنی طرف مائل کررہے تھے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات کرتے تو آپؐ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے التفات نہیں کیا، تب بھی ہمارا یہ حال ہے کہ دنیا پر مرمٹ رہے ہیں، دین سے دور ہورہے ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم التفات کرتے تو اللہ جانے کیا حال ہوتا؟

پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا وہ جو جماعت ملی تھی، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تھا وہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲ / ۳۶۲)

راہِ خدا میں جہاد اور مال خرچ کرنے کی صورتِ مثالی اور ان کا نقد اجر و انعام

دورانِ سفر راستہ میں ایک ایسی قوم پر گذر ہوا، جو اپنے کھیتوں میں بیج بو رہے ہیں اور ایک ہی دن میں وہ کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں، اور ایک ہی دن میں وہ کاٹ کر غلہ جمع کر لیتے ہیں اور کاٹنے کے بعد وہ کھیتیاں پھر ویسی ہی ہو جاتی ہیں جیسے پہلے لہلہا رہی تھی۔

فَقَالَ النَّبِیُّ ایَا جِبْرِیْلُ مَا ھٰذَا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جبرئیل! یہ کیا ماجرا ہے؟

حضرت جبرئیل نے کہا:

ھٰؤُلَاءِ الْمُجَاھِدُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ تُضَاعَفُ لَھُمُ الْحَسَنَۃُ بِسَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ وَمَا اَنْفَقُوْا مِنْ شَیْئٍ فَھُوَ یُخْلِفُہُ۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ لوگ ہیں، جو راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں، ان کی ایک نیکی پر سات سو گنا دیا جاتا ہے، اور یہ لوگ جو کچھ بھی راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین نعم البدل عطا فرماتا ہے۔ (ترغیب ترہیب رقم الحدیث ۵۵۳۴)

راہِ خدا میں خرچ کی فضیلت اللہ تعالیٰ قرآن میں بیان فرماتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِی کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِأَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ۔ (البقرۃ/۱۶۲)

ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ جس میں سات بالیاں نکلے اور ہر بالی میں سو دانے ہوں (یعنی ایک پر سات سو کے بقدر) اور اللہ جس کے لئے چاہتے ہیں اور بڑھاتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ برزخ میں جہاد اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کی صورتِ مثالی دکھائی گئی۔

زکوۃ ادا نہ کرنے کا وبال اور اس کی صورتِ مثالی

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

ثُمَّ اَتیٰ عَلٰی قَوْمٍ عَلی اَقْبَالِھِمْ رِقَا عٌ وَ عَلٰی اَدْبَارِھِمْ رِقَا عٌ یَسْرَحُوْنَ۔ کَمَاتَسْرَحُ الْاِبِلُ وَ النَّعَمُ وَیَأْکُلُوْنَ الضَّرِیْعَ وَ الزَّقُوْمَ وَ رَضْفَ جَھَنَّمَ وَ حِجَارَتَھَا۔

ایک ایسی قوم پر گذر ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں، اور اونٹ، بیل اور جانوروں کی طرح وہ چر رہے ہیں اور ضریع، زقوم، جہنم کے کانٹے اور پتھر کھا رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: **مَا ھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرِیْل!** جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: **ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ لَایُؤَدُّوْنَ صَدَقَاتِ اَمْوَالِھِمْ وَ مَاظَلَمُھُمُ اللّٰہُ شَیْئًا۔**

یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے مالوں کی زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے، اور اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے۔ (یہ اپنے کئے کا بھگت رہے ہیں۔ (ترغیب ترہیب رقم ۵۵۳۴، تہذیب الاثار للطبری رقم ۲۷۶۸)

زنا اور بدکاری کی صورت مثالی اور اس کے مرتکبین کی سزا

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

ثُمَّ اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ لَحْمٌ نَضِیْجٌ فِی قِدْرٍ وَ لَحْمٌ آخَرُ نَیٌّ خَبِیْثٌ فَجَعَلُوْا یَاکُلُوْنَ مِنَ النَّیِّ الْخَبِیْثِ وَیَدَعُوْنَ النَّضِیْجَ الطَّیِّبَ۔

تو ایک ایسی قوم پر گذر ہوا، جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے، اور دوسری ہانڈی میں کچا اور گندا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے، لیکن یہ لوگ کچا اور سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں، اور پکے ہوئے صاف ستھرے گوشت کو ہاتھ نہیں لگاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا۔

مَاھٰؤُلَاءِ یَاجِبْرِیْلُ؟ جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

ھٰذَا الرَّجُلُ مِنْ اُمَّتِکَ تَکُوْنُ عِنْدَہُ الْمَرْأَۃُ الْحَلَالُ الطَّیِّبُ فَیَأْتِی امْرَأَۃً خَبِیْثَۃً فَیَبِیْتُ عِنْدَھَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَالْمَرْأَۃُ تَقُوْمُ مِنْ عِنْدِ زَوْجِھَا حَلَالاً طَیِّباً فَتَأْتِی رَجُلاً خَبِیْثاً فَتَبِیْتُ مَعَہُ حَتّٰی تُصْبِحَ۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ لوگ ہیں جو اپنی حلال اور پاکیزہ بیویوں کو چھوڑ کر گندی عورتوں کے پاس رات گذارتے تھے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال اور پاک شوہروں کو چھوڑ کر گندے اور ناپاک مردوں کے ساتھ راتیں گذارتی تھیں۔ (مجمع الزوائد للبیہقی رقم ۲۳۴، تہذیب الاثار للطبری رقم ۲۷۶۸)

غیبت کا وبال اور اس کی صورتِ مثالی

پھر راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منظر دیکھا، ایسی قوم پر گذر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے، وہ لوگ اپنے چہروں اور سینوں کو ناخنوں سے چھیلتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟

جبرئیل امین علیہ السلام نے کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبتیں کرتے تھے، اچھے بھلے لوگوں کی عزتیں نیلام کرتے تھے۔

غیبت کا یہ وبال ہے جس کی صورتِ مثالی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائی گئی۔

نماز کو سستی سے چھوڑنے کا وبال اور اس کی صورتِ مثالی

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

ثُمَّ اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ تُرْضَخُ رُؤُوْسُھُمْ بِالصَّخْرِ کُلَّمَا رُضِخَتْ عَادَتْ کَمَا کَانَتْ وَلَا یُفْتُرُ عَلَیْھِمْ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئٌ۔

تو ایسی قوم پر گذر ہوا، جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے ہیں، سروں پر پتھر آ کر گر رہے ہیں، سر پھوٹ جاتے ہیں، پھر صحیح ہو جاتے ہیں، پھر پتھروں سے کچلے جاتے ہیں، اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے، بند نہیں ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا، **مَاھٰؤُلَاءِ یَاجِبْرِیْلُ؟** جبرئیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ تَتَثَاقَلُ رُؤُوْسُھُمْ عَنِ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ لوگ ہیں، جن کے سروں پر فرض نمازوں کا بوجھ پڑتا تھا، وہ نمازیں چھوڑ دیتے تھے، سستی کرتے تھے۔ (تہذیب الاثار للطبری رقم ۲۷۶۸، ترغیب ترہیب رقم ۵۵۳۴)

سود کا وبال اور اس کا بھیانک منظر

پھر راستہ میں ایک اور عجیب وغریب منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ راستہ میں لیٹے پڑے ہیں، ان کے پیٹ بڑے مٹکے جیسے ہیں، جیسے کمرے اور کوٹھری ان میں سانپ اور بچھو لوٹ پوٹ رہے ہیں۔

یہ لوگ اٹھنا چاہتے ہیں مگر پیٹ کے بڑا ہونے کے سبب پھر گر پڑتے ہیں، اٹھ نہیں پاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔

یہ سب عالمِ برزخ کے مناظر ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے جا رہے ہیں۔

بے عمل خطیبوں اور مقرروں کا حال

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

ثُمَّ اَتٰی عَلٰی قَوْمٍ تُقْرَضُ اَلْسِنَتُھُمْ وَشِفَاھُھُمْ بِمَقَارِیْضَ مِنْ حَدِیْدٍ۔ کُلَّمَاقُرِضَتْ عَادَتْ کَمَا کَانَتْ وَلَایَفْتُرُ عَنْھُمْ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئٌ۔

تو ایک ایسی قوم پر گذر ہوا جنکی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں، جب پورے کٹ جاتے ہیں، تو پھر پہلے کی طرح صحیح سالم ہو جاتے ہیں اور پھر کاٹے جاتے ہیں، اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے، رکتا نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا، مَاھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامْ؟ جبرئیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

ھٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ الْفِتْنَۃِ، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے وہ خطیب وواعظ ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرتے تھے، فتنہ میں ڈالتے تھے، نصیحتیں کرتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (ترغیب ترہیب رقم ۳۵۵۴، مجمع الزوائد رقم ۲۳۵)

بندوں کے حقوق لینے کے بعد ان کو نہ ادا کرنے والے کا حال

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

ثُمَّ اَتٰی عَلٰی رَجُلٍ قَدْ جَمَعَ حَزْمَۃً عَظِیْمَۃً لَایَسْتَطِیْعُ حَمْلَھَا وَھُوَ یَزِیْدُ عَلَیْھَا۔

تو ایک ایسے آدمی پر گذر ہوا جس نے لکڑیوں کا ایک بھاری گٹھر جمع کر رکھا ہے، اتنا بھاری ہے کہ اٹھا بھی نہیں سکتا، اس کے باوجود اوراس کو بڑھا رہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، مَاھٰذَا یَا جِبْرِیْلُ؟ جبرئیل علیہ السلام! یہ کیا ہے؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

ھٰذَا الرَّجُلُ مِنْ اُمَّتِکَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ اَمَانَاتُ النَّاسِ لَایَقْدِرُ عَلٰی اَدَائِھَا وَھُوَ یَزِیْدُ اَنْ یَحْمِلَ عَلَیْھَا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا وہ شخ رضی اللہ عنہ ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت حقوق اور امانتیں ہیں جس کی ادائیگی پر وہ قادر نہیں ہے، اس کے باوجود وہ اور بوجھ اپنے اوپر بڑھا رہا ہے۔ (ترغیب ترہیب رقم ۴۳ ۵۵ ومجمع الزوائد رقم ۲۳۵)

جنت کی آواز اور اس کی اپنے رب سے درخواست

ثُمَّ اَتٰی عَلٰی وَادٍ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک وادی پر ہوا۔

فَوَجَدَ رِیْحاً طَیِّبَۃً بَارِدَۃً وَرِیْحَ مِسْکٍ، اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹھنڈی پاکیزہ ہوا اور مشک کی خوشبو پائی اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سنی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جنت کی آواز ہے جو یوں کہہ رہی ہے۔

یَارَبِّ اِیْتِنِیْ بِمَا وَعَدْتَنِي فَقَدْ کَثُرَتْ غُرَفِيْ وَاسْتَبْرَقِيْ وَحَرِیْرِيْ وَسُنْدُسِيْ وَعَبْقَرِيْ وَلُؤْلُؤِيْ وَمَرْجَانِيْ وَفِضَّتِيْ وَذَھَبِيْ وَأَکْوَابِيْ وَصِحَافِيْ وَاَبَارِیْقِيْ وَمَرَاکِبِيْ وَعَسَلِيْ وَمَائِيْ وَلَبَنِيْ وَخَمْرِيْ فَأْتِنِيْ مَاوَعَدْتَّنِيْ۔

اے رب! آپ نے جس چیز کا وعدہ کیا ہے وہ مجھے دے دیجئے، کیونکہ میرے بالا خانے، استبرق، ریشم، سندس، عبقری، موتی، مونگے، چاندی، سونا، گلاس، تشتریاں، دستہ دار کوزے، مرکب، شہد، پانی، دودھ اور شراب بہت کثرت کو پہنچ گئے ہیں کہ اب میرے وعدے کی چیز (یعنی جنتی لوگ) مجھے دیدیجئے (تاکہ وہ ان نعمتوں میں مزے اڑائیں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: **لَکَ کُلُّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَۃٍ وَ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَۃ۔**

تیرے لئے ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت اور مومن مرد اور مومن عورت ہے، اور وہ جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے، اور میرے ساتھ شرک نہ کرے، میرے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، اور جو مجھ سے ڈرے گا وہ امن میں رہے گا اور جو مجھ پر توکل کریگا، میں اس کی کفایت کرونگا، میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں وعدہ خلافی نہیں کرتا، بے شک مومنوں کو کامیابی حاصل ہوئی، اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہیں، بابرکت ہیں۔

جنت نے یہ سب باتیں سنکر کہا ''رَضِیْتُ'' میں راضی ہوگئی۔ (مجمع الزوائد رقم ۲۳۵، سبل الہدی والرشاد ج ۳/۸۱، ترغیب ترہیب رقم ۵۵۳۴)

جہنم کی آواز اور اس کی رب سے درخواست

ثُمَّ اَتٰی عَلٰی وَاد، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک دوسری وادی پر ہوا، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ! یہ جہنم کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے۔

يَارَبِّ اِيْتِنِيْ مَا وَعَدتَّنِيْ فَقَدْ كَثُرَتْ سَلَاسِلِيْ وَاَغْلَالِيْ وَسَعِيْرِيْ وَحَمِيْمِي وَضَرِيْعِي وَغَسَّاقِيْ وَعَذَابِيْ وَقَدْ بَعُدَ قَعْرِيْ وَاشْتَدَّ حَرِّيْ فَأْتِنِي مَاوَعَدتَّنِيْ۔

اے میرے رب! آپ نے مجھے جس چیز کا وعدہ کیا ہے (دوزخیوں سے بھرنے کا)

مجھے عطا فرمائیے، کیونکہ میری زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ، ضریع، غساق اور عذاب بہت کثرت کو پہنچ گئے ہیں، میری گہرائی بہت زیادہ ہوگئی ہے اور گرمی بہت تیز ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔

لَکَ کُلُّ مُشْرِکٍ وَمُشْرِکَۃٍ وَکَافِرٍ وَکَافِرَۃٍ وَکُلُّ خَبِیْثٍ وَخَبِیْثَۃٍ وَکُلُّ جَبَّارٍ لَایُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ۔

تیرے لئے ہے ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر خبیث اور خبیثہ اور ہر وہ متکبر جو آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، دوزخ نے یہ باتیں سنکر کہا ''رَضِیْتُ'' میں راضی ہوگئی۔ (مجمع الزوائد رقم ۲۳۵، سبل الہدی والرشاد ج ۳/ ۸۱، ترغیب ترہیب رقم ۵۵۳۴)

بیت المقدس میں وُرُودِ مسعود

غرض اس شان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے اور براق سے نیچے اترے، مسلم کی روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے براق کو بیت المقدس میں چٹان پر ایک حلقہ بنا ہوا تھا اس حلقہ سے باندھ دیا، یہ وہ حلقہ تھا جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے سوراخ کر کے براق باندھا ممکن ہے لمبا زمانہ ہو جانے کی وجہ سے وہ سوراخ بند ہو گیا ہو اور جبرئیل علیہ السلام نے انگلی سے وہ سوراخ نمودار کیا ہو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام دونوں نے باندھا ہو۔

بیت المقدس کے صحن میں حورِعین کی زیارت و گفتگو

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت المقدس میں

اس مقام پر پہنچے جس کو بابِ محمد کہتے ہیں، تو براق کو باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام دونوں مسجد کے صحن میں پہنچے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حور عین دکھائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں!

حضرت جبرئیل نے کہا، ان جنتی عورتوں کے پاس جایئے اور ان کو سلام کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے سلام کیا، تو ان جنتی حوروں نے میرے سلام کا جواب دیا، میں نے پوچھا تم کس کے لئے ہو؟

انہوں نے کہا ہم نیک ہیں، حسین ہیں، اور ایسے مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک وصاف ہیں، میلے نہ ہونگے اور ہمیشہ رہیں گے، کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے، اور ہمیشہ زندہ رہیں گے، کبھی نہ مریں گے۔ (تذکرۃ الحبیب فی تسہیل نشر الطیب ص ۷۵)

بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال میں

غرض براق کو باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل بیت المقدس میں داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی تقریب میں پہلے سے انبیاء علیہم السلام استقبال کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں تھے، اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو پہلے سے مسجدِ اقصیٰ میں بھیج دیا کہ جاؤ میرا محبوب مسجدِ اقصیٰ سے ہوتا ہوا میرے پاس آ رہا ہے، آپ سب استقبال کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہو کر میں نے اور جبرئیل علیہ السلام نے دو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی، اور میں نے مسجد میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا، کوئی رکوع میں ہے، کوئی قیام میں ہے، اور کوئی سجدہ میں ہے۔

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت

روایتوں میں ہے کہ پھر ایک مؤذن نے اذان دی، اس کے بعد تکبیر کہی گئی اب سب منتظر تھے کہ نماز کون پڑھائے؟ جماعتِ انبیاء علیہم السلام کی امامت کون کریگا؟ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بعض فرشتے بھی مقتدی تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جبرئیلِ امین نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے امامت کے لئے آگے بڑھایا، میں نے سب کو نماز پڑھائی، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت و امامت کا حسی نمونہ بھی دکھلا دیا۔

جب نماز سے فراغت ہوئی تو جبرئیلِ امین نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کن لوگوں کو نماز پڑھائی؟ میں نے کہا نہیں معلوم۔

جبرئیلِ امین نے کہا جتنے انبیاء مبعوث ہوئے ہیں، سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر فرشتے بھی آسمان سے اترے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء اور ملائکہ سب کی امامت کروائی۔ **فَلَمَّا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ قَالُوْا يَا جِبْرِيْلُ مَنْ هٰذَا مَعَكَ؟**

جب نماز پوری ہوگئی تو فرشتوں نے کہا کہ جبرئیل! یہ تمہارے ساتھ عظیم ہستی کون ہے؟

جبرئیلِ امین نے کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ جبرئیلِ امین نے کہا۔ **مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ**، یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو خاتم النبیین ہیں۔

فرشتوں نے پوچھا، **اَوَقَدْ اُرْسِلَ اِلَيْهِ**، کیا ان کے پاس بلانے کا پیغام بھیجا گیا تھا؟

جبرئیل نے کہاہاں! توفرشتوں نے کہا۔

حَیَّاہُ اللّٰہُ مِنْ اَخٍ وَ مِنْ خَلِیْفَۃٍ فَنِعْمَ الْاَ خُ وَ نِعْمَ الْخَلِیْفَۃُ وَ نِعْمَ الْمَجِیُٔ جَاءَ۔

اللہ ان پر سلام نازل کرے، بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں اور ان کا آنا مبارک ہو۔ (تہذیب الاثار للطبری رقم ۲۷۶۸، دلائل النبوۃ للبیہقی ج/ ۴۰۰، مجمع الزوائد رقم ۲۳۵)

پھر تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح سے ملاقات فرمائی، سب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی (اور استقبالیہ تقریریں کیں۔

معراج کا سب سے بڑا تحفہ

معراج میں سب سے بڑا جو تحفہ عطا ہوا وہ نماز ہے، اور اولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاس نمازیں عطا ہوئیں، یہ تحفہ لیکر جب لوٹے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر گذر رہوا، پوچھا کیا ملا؟ آقا نے فرمایا پچاس نمازیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کچھ نہیں فرمایا: لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گذر ہوا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، بِمَا اُمِرْتَ، کیا حکم ملا، فرمایا، بِخَمْسِیْنَ صَلٰوۃً، تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسَلْہُ التَّخْفِیْفَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ اَضْعَفُ الْاُمَمِ فَقَدْ لَقِیْتُ مِنْ بَنِی اِسْرَائِیْلَ شِدَّۃً، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس جائیے اور کم کروائیے، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کمزور ہے، وہ نہیں پڑھ سکے گی، میں بنی اسرائیل پر آزما چکا ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ بنی اسرائیل پر صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں، مگران سے وہ بھی نہ ہو سکیں۔

فَرَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِلٰی رَبِّہٖ فَسَأَلَہُ التَّخْفِیْفَ فَوَضَعَ عَنْہُ عَشْراً۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے پاس گئے اور تخفیف کی درخواست کی، تو اللہ تعالیٰ نے دس کم کردی، پھر موسیٰ علیہ السلام پر گذر ہوا، پوچھا، کتنی ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چالیس تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر مشورہ دیا کہ جا کر تخفیف کروایئے، **فَرَجَعَ فَوَضَعَ عَنْهُ عَشْرًا اِلٰی اَنْ جَعَلَهَا خَمْسًا۔**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر گئے اور کم کروائی تو پھر دس کم ہوئی، یہاں تک کہ کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں، تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر درخواست کی ،**اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسَلْهُ التَّخْفِیْفَ**، اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کروایئے پانچ بھی زیادہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَدْ رَجَعْتُ اِلٰی رَبِّی حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ فَمَا اَنَا رَاجِعٌ اِلَیْهِ۔

میں اپنے رب کے پاس جاتا رہا، اور تخفیف ہوتی رہی، اب مجھے شرم محسوس ہو رہی ہے، اب میں نہ جاؤں گا، یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔

اوپر سے آواز آئی کہ یہ ہیں تو پانچ مگر پچاس کے برابر ہیں، یعنی پڑھنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں۔ (مجمع الزوائد رقم ۲۳۵، مسلم شریف رقم ۴۲۹)

ابراہیم علیہ السلام نے کچھ نہیں کہا اور موسیٰ علیہ السلام نے مشورہ کیوں دیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پچاس نمازیں ملیں تو آپ یہ تحفہ لیکر لوٹے، خود کمی کی کوئی درخواست نہیں کی اور واپسی میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تخفیف کا کوئی مشورہ نہیں دیا، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے تخفیف کا مشورہ دیا، اس کی کیا وجہ؟

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور مقامِ خُلَّة مقامِ رضا و تسلیم ہوتا ہے یعنی مقام نیاز ہوتا ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور مقامِ تکلیم مقامِ ناز ہوتا ہے، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سکوت فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تخفیف کا مشورہ دیا، خلیل اللہ ساکت رہے، کلیم اللہ بولے۔ (سیرۃ مصطفیٰ ج۱/ ۳۲۰)

دسترخوان نبوی: ایک جائزہ

عمرو بن سلمہؓ لڑکپن میں آں حضور کی زیر تربیت تھے، عمرو بن سلمہ ام المؤمنین ام سلمہ کے پہلے شوہر ابوسلمہ کے پہلے لڑکے تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولاد کی طرح ان کی تربیت کا خیال رکھتے تھے۔ یہی عمرو بن سلمہ روایت کرتے ہیں کہ کھانے کے وقت میرا ہاتھ پوری پلیٹ میں چکر لگایا کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھایا کرو، اور جو قریب ہو (پلیٹ کا جو کنارہ اپنے سامنے ہے) وہیں سے کھاؤ۔ ساری پلیٹ میں ہاتھ نہ گھماؤ۔ لیکن یہ ادب اس وقت ہے جب کھانا ایک قسم کا ہو، اگر برتن کے اندر مختلف قسم کی چیزیں رکھی ہوں تو اس صورت میں اپنی پسند اور مطلب کی چیز لینے کے لیے ہاتھ ادھر ادھر دائیں بائیں جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، چنانچہ حضرت عکراش ایک صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کسی جگہ دعوت میں تشریف لے جانے لگے تو انھوں نے مجھے بھی ساتھ میں لے لیا، جب ہم وہاں پہنچے تو دسترخوان پر ثرید لایا گیا، جب میں نے ثرید کھانا شروع کیا تو میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھانے سے پہلے اللہ کا نام لو، بسم اللہ پڑھو۔ اس کے بعد مجھ سے دوسری غلطی یہ ہوئی کہ میں کھانے کے دوران ایک نوالہ یہاں سے لیتا، دوسرا آگے سے لیتا، کبھی ادھر سے کبھی ادھر سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میری یہ حرکت دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عکراش

!پنے سامنے سے کھاؤ، اس لئے کہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے، چنانچہ میں نے ایک ہی جگہ سے کھانا شروع کر دیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوا تو ہمارے سامنے ایک بڑا تھال لایا گیا، جس میں قسم قسم کی کھجوریں تھیں، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تلقین فرمائی تھی کہ اپنے سامنے سے کھانا چاہئے اس لئے میں صرف اپنے سامنے کی ہی کھجوریں کھاتا رہا، اور میں نے دیکھا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کبھی یہاں جارہا ہے اور کبھی وہاں جارہا ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں ایک ہی جگہ سے کھا رہا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عکراش! اب جہاں سے چاہو کھاؤ اس لئے کہ یہ کھجوریں مختلف قسم کی ہیں، اب الگ الگ جگہ سے کھانے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا اور نہ کسی کھانے کی برائی کی اور کھانے کی خواہش ہوئی تو کھا لیتے اور اگر کھانے کی خواہش نہ ہوئی تو اس کو چھوڑ دیتے، ایک مرتبہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ہم کھاتے ہیں لیکن آسودگی نہیں ہوتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو صحابہ نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مل کر کھایا کرو اور اللہ کے نام کا ذکر بھی کیا کرو تمہارے کھانے میں برکت ہوگی، ایک دفعہ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ آپس میں محبت اور میل جول بڑھانے کا عملی طریقہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیمانہ جواب دیتے ہوئے فرمایا، مل جل کر کھایا کرو، اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ دستر خوان پر مل جل کر کھانے سے آپس میں محبت بڑھتی ہے اور بڑے سے بڑا دشمن کا بھی ایک ساتھ کھانے سے دشمنی کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے، ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر چپاتی نہیں کھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر

زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا تناول فرماتے ۔ عام طور پر گھٹنوں کے بل یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا کھاتے ، ٹیک لگا کر یا سہارا لگا کر نہ کھاتے تھے ۔کھانا تین انگلیوں سے کھاتے ۔ بسم اللہ سے شروع کرتے ، اللہ کے حمد اور تعریف پر ختم فرماتے ۔کھانے میں عام اصول آپ کا یہ تھا کہ جو حلال غذا سامنے رکھدی جاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے تناول فرما لیتے ، البتہ اگر طبعا کوئی چیز مرغوب نہ ہوتی تو اسے نہ کھاتے ، سامنے سے کھاتے ، ادھر ادھر ہاتھ نہ بڑھاتے ، عموما بھوک رکھ کر کھانا کھاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کبھی فرماتے کہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ غذا کم کھایا کرے ،جن کھانوں سے آپ کو زیادہ رغبت تھی ان میں سے چند یہ ہیں ۔ (اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،ص/ ۸۷)

گوشت صحت کیلئے مفید غذا ہے

گوشت صحت کے لیے مفید غذا ہے ۔آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانے میں گوشت پسند فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا والوں اور جنت والوں دونوں کے کھانے کا سردار گوشت ہے ، کتب احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ ، دنبہ ، اونٹ ، گھائے ، مرغ ، اور مچھلی کا گوشت کھایا ہے ، ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اور آخرت میں بہترین سالن گوشت ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست کے گوشت کو زیادہ پسند فرماتے تھے ، اس طرح ایک روایت کے مطابق کاندھے کا گوشت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند تھا ، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پرندوں کا گوشت استعمال کرنا بھی ثابت ہے ، دست کا گوشت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے پسند فرماتے تھے کہ دست کا گوشت جلد گل جاتا ہے ۔ (نبی کی یادیں ،ص ۷۶)

ثرید وحلوہ بھی آپ کو پسند تھے

ثرید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مرغوب تھی ، ثرید اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو شوربے

یا پتلی دال میں روٹی بھگو کر تیار کیا جاتا ہے، ثرید کی ایک قسم اور ہے جو میٹھی ہوتی ہے، اس کو حلوہ بھی کہا جاتا ہے، یہ ستو میں خشک کھجور اور گھی ملا کر مالیدے کی طرح بنایا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے کھانوں پر ثرید کو فوقیت دیتے تھے اور اسے کھانے کا سردار کہتے تھے۔

کدو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزیوں میں سب سے زیادہ کدو (لوکی) پسند تھا، حضرت انسؓ راوی ہیں، کہتے ہیں کہ ایک درزی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، کھانے میں جو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا، شوربہ میں کدو اور گوشت تھا، میں نے دیکھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیالے کے کناروں سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے نکال لیتے اور تناول فرماتے، اس دن سے ہی میں نے کدو کے بغیر کھانا نہیں کھایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے کدو (لوکی) کا استعمال فرماتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوکی کھاؤ۔ یہ دماغ کو تقویت دیتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے! عائشہؓ جب تم ہانڈی پکانے کے لیے تیار کرو تو اس میں زیادہ مقدار میں کدو ڈال دو اس لئے کہ کدو دلوں کو مضبوط کرتا ہے۔

سرکہ کی اہمیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرکہ بھی پسند تھا، حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اہل خانہ سے دریافت فرمایا کہ کوئی سالن ہے، تو اندر سے آواز آئی سرکہ کے سوا کچھ نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا کہ وہی لے آؤ۔ اور تناول فرمایا، آپ کھاتے جاتے اور فرماتے سرکہ کتنا اچھا سالن ہے۔ پھر آپ نے فرمایا جس گھر میں سرکہ ہو وہ لوگ غریب (بھوکے) نہیں (۱)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے بہترین سالن سرکہ ہے، اے اللہ تو سرکہ میں برکت ڈال یہ مجھ سے پہلے نبیوں کا سالن تھا، اور وہ گھر غریب نہ ہوگا جہاں سرکہ ہوگا۔ (ترمذی)

کھانوں میں پنیر بھی آپ کو پسند تھا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا تو آپ نے چھری طلب کی اور اس سے بسم اللہ پڑھ کر پنیر کاٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا، الغرض کھانوں میں سے پنیر بھی آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔

شہد سے شفاء حاصل کیجئے

صحت بخش غذا ہے، قرآن نے اسے شفاء للناس کہا ہے بہت سی بیماریوں کی دوا ہے شہد کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول وارشاد سے نکالا جاسکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزوں سے صحت حاصل کرو، شہد اور قرآن سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مریضوں کے لیے شہد کو بطور دوا تجویز فرمایا، ایک صحابی نے اپنے بھائی کے پیٹ میں درد ہونے کی شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے شہد پلاؤ۔ وہ شخص چلا گیا اور پھر واپس آ کر عرض کرنے لگا کہ میں نے شہد پلایا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر شہد پلانے کا حکم دیا، دو تین بار ایسا ہی ہوا، جب چوتھی بار آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ نے سچ فرمایا ہے، اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اس ارشاد کو سن کر وہ شخص چلا گیا اور پھر شہد پلایا، اور وہ صحت یاب ہو گیا۔ (بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۳۲)

کھجور اور چھوہارا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے

کھجور ایک بہترین غذا ہے اور عمدہ میوہ ہے۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اس کا ذکر موجود ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص روزانہ صبح کو سات عمدہ کھجوریں کھالیا کرے اسے اس دن جادو اور زہر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، ایک صحابی اور

صحابیہ کا بیان ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکھن اور کھجوریں پیش کیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکھن اور کھجور کو پسند فرماتے تھے، ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس گھر میں (چھوہارا) نہ ہو اس کے رہنے والے بھوکے ہیں، یزید بن الدعود ایک صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چھوہارا رکھا، اور فرمایا یہ اس کا سالن ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پکی ہوئی تازہ کھجور (رطب) سے روزہ افطار کرتے تھے اگر وہ نہ ہوتی تو پرانی کھجور (تمر) سے اور اگر وہ نہ ہوتی تو پانی اور ستو سے، ایک موقع پر کھجور کی غذائی اہمیت بتاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح نہار منھ کھجوریں کھایا کرو کہ ایسا کرنے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں، عجوہ کھجور کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، عجوہ کھجور ہر بیماری کی شفا ہے نہار منھ کھانے سے یہ زہروں کا تریاق ہے۔ (مسلم شریف)

گائے کا دودھ ایک علاج ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھی بہت پسند تھا، کبھی خالص دودھ نوش فرماتے کبھی اس میں پانی ملا لیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بکری کا دودھ استعمال فرماتے، اور گائے کا بھی، گائے کے دودھ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گائے کا دودھ استعمال کرو اس میں شفا ہے، اور اس کے گھی میں دوا کی تاثیر ہے اور اس کے گوشت میں بیماری ہے (۱) ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دودھ کے علاوہ دوسری چیز نہیں جانتا جو کھانے پینے دونوں کے لیے کافی ہو ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گائے کا دودھ ایک علاج ہے۔ اور اس سے بنا ہوا مکھن (گھی) ایک دوا ہے، بخاری اور مسلم کی متعدد احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم اکثر دودھ نوش فرماتے۔اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج سے چودہ سو سال قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن غذائی اشیاء کی افادیت بتائی، آج بھی اس کی افادیت مسلم ہے، سائنس نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے کہ زندگی کی اور صحت کی تندرستی کے لیے جن غذائی اشیاء کی نشاندہی اسلام نے کی ہے اور جس کی افادیت و اہمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے وہ صحت اور زندگی کے لیے لازم ہے، ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن غذاؤں کو پسند فرماتے تھے ہم بھی ان کو پسند کریں، کیونکہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا ایک حصہ ہے، اللہ ہم سب کو نبوی غذا استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دستر خوان پر باتیں کرنا

تحدثو اعلی الطعام و خالفو اسنة اليهو د۔

ترجمہ: تم کھانا کھاتے ہوئے باتیں کیا کرو اور یہود کے طریقے کی مخالفت کرو۔

تحقیق: اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (النخبۃ البھیۃ، رقم الحدیث ۲۴۲)

فائدہ: علامہ سخاویؒ نے ''المقاصد الحسنة'' میں، اور ان سے نقل کر کے ملا علی قاری ؒ نے ''المصنوع'' میں، اور عجلونیؒ نے ''کشف الخفاء'' میں لکھا ہے: **الكلام على المائدة لا اعلم فيه شيئا نفيا و لا اثباتا۔**

''دستر خوان پر باتیں کرنے یا نہ کرنے کے متعلق میرے علم میں کوئی حدیث نہیں آئی ہے''۔

اکٹھے ہو کر کھانے سے برکت ہوتی ہے

وحشی بن حرب اپنے والد اور اپنے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم

کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر ارشاد فرمایا کہ شاید تم لوگ الگ الگ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہو۔ تم اکٹھے ہو کر خدا کا نام لے کر کھانا کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس میں برکت پید کرے گا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی خوان میں کھانا کھایا اور نہ کبھی بڑے پیالے میں اور نہ کبھی آپ کے لئے چپاتی پکائی گئی (نہ کبھی چپاتیاں تناول فرمائیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ پھر آپ کس چیز پر کھانا نوش فرماتے تھے؟ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ دستر خوان (سفرہ) پر کھانا تناول فرماتے تھے۔ (فیضان گنگوہی، ص/ ۲۸۴)

پیالہ صاف کرنے کا فائدہ

عَنْ أَنَسٍ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ، قَالَ: وَقَالَ: إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْأَذٰى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ وَأَمَرَنَا أَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ، قَالَ: فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِي أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ۔ (روہ أحمد بن حنبل في المسند، ۳، ۲۹۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت کھانا کھاتے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹتے اور فرماتے: جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اُس سے مٹی دور کر کے کھالے، اور اُس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: تم نہیں جانتے کہ تمہارے کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم: لَا آكُلُ مُتَّكِئًا۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ اِس حدیث کو امام بخاری اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضي الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه و آله و سلم إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ قَالَ: اَلْحَمْدُ ِللهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے یا پانی پیتے تو (اُس کے بعد) یہ دعا فرماتے:

اَلْحَمْدُ ِللهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ۔

تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔ اِس حدیث کو امام ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کب تناول فرماتے تھے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے کے لیے سحری و افطاری کا اہتمام فرماتے اس کے علاوہ کھانے کا کوئی مقررہ وقت نہیں تھا۔ احادیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ کھانے اور مشروبات کا ذکر ملتا ہے لیکن کھانے کا کوئی متعین وقت مذکورہ نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

مَا أَكَلَ آلُ مُحَمَّدٍ أَكْلَتَيْنِ فِي يَوْمٍ إِلَّا إِحْدَاهُمَا تَمْرٌ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ نے ایک دن میں کبھی دو مرتبہ ایسا کھانا تناول نہیں فرمایا جن میں ایک وقت کھجوریں نہ ہوں۔ (بخاري، الصحیح، ۵: ۲۳۷۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے۔ دائیں ہاتھ سے پانی پیے۔ (کچھ لینا ہو تو) دائیں

ہاتھ سے لے اور (کچھ دینا ہو تو) دائیں ہاتھ سے دے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دودھ پینے کی تعبیر دینا

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سو رہا تھا کہ ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس میں سے پیا (اور اتنا پیا کہ سیراب ہو گیا، ایسا لگ رہا تھا کہ سیرابی میرے ہاتھ پاؤں سے نکل رہی ہے) اور جو باقی بچا وہ عمر بن خطاب کو دے دیا، حضرات صحابہ کرام ﷺ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "علم"۔ **بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ، قَالُوا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: العِلْمَ**۔ (ترمذی:2284)

فَشَرِبْتُ مِنْهُ، حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخْرُجُ مِنْ أَطْرَافِي۔ (بخاری:7007)

مہمان کا اکرام کرنا

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں: حضرت ابو اُسید ساعدیؓ نے حضور ﷺ کو اپنی شادی (کے ولیمہ) میں بلایا اور اس دن ان کی بیوی ان مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی اور وہ دلہن تھی۔ ان کی بیوی نے کہا: کیا تم لوگوں کو پتا ہے کہ میں نے حضور ﷺ کے لیے کیا بھگویا تھا؟ میں نے تانبے یا پتھر کے چھوٹے برتن میں رات کو حضور ﷺ کے لیے کھجوریں بھگوئی تھیں تاکہ حضور ﷺ شربت پی سکیں۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زُبیدیؓ کے پاس گئے وہ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ انھوں نے اسے اٹھا کر ان دونوں کے لیے

رکھ دیا۔ ان دونوں آدمیوں نے کہا: ہم تو یہ نہیں چاہتے، ہم تو کچھ سننے آئے تھے تاکہ ہمیں اس سے فائدہ ہو۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: جو اپنے مہمان کا اکرام نہیں کرتا اس کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابراہیمؑ سے کوئی تعلق نہیں۔ خوش حالی اور نیک انجامی ہے اس آدمی کے لیے جو اپنے گھوڑے کی رسی اللہ کے راستہ میں پکڑے ہوئے ہے، اور روٹی کے ایک ٹکڑے اور ٹھنڈے پانی پر افطار کر لیتا ہے۔ اور بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو گائے اور بیل کی طرح (مختلف مزیدار کھانے کھانے کے لیے) اپنی زبان گھماتے ہیں اور اپنے خادم سے کہتے ہیں: فلاں چیز اٹھالے اور فلاں چیز رکھ دے، اور کھانے میں ایسے لگتے ہیں کہ اللہ کا ذکر بالکل نہیں کرتے۔ (حیاۃ الصحابہ اردو جلد ۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت دلی سے پناہ مانگی ہے

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قساوتِ قلبی سے پناہ مانگی ہے، احادیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ اپنی دعا میں یہ بھی کہتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ۔ (النسائي: ۵۴۵۸، الترمذي: ۳۴۸۲)

اے اللہ! میں ایسے دل سے پناہ مانگتا ہوں، جس میں خشوع نہ ہو۔

غور کیجیے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قساوت و سختی والے دل سے پناہ مانگ رہے ہیں، تو یہ چیز کس قدر بری ہوگی؟

دلوں میں سختی کے اسباب

جب یہ معلوم ہوگیا کہ دل کی سختی انتہائی بری چیز ہے، جس سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں سختی کیوں آتی ہے؟

علما نے لکھا ہے کہ اس کی کئی وجوہات ہیں؛ لیکن ان سب میں بنیادی وجوہات، جن کی

طرف توجہ دینے سے دیگر وجوہات خود ہی ختم ہو جاتی ہیں، وہ تین بڑی باتیں ہیں؛ جن کی وجہ سے قلوب میں سختی پیدا ہوتی ہے اور دل پتھر بن جاتے ہیں۔

(۱) دنیا کی محبت (۲) آخرت سے غفلت (۳) گناہوں کی کثرت۔

یہ تین اسباب ہیں، جن میں پھنستے پھنستے انسان قسی القلب (سخت دل) ہو جاتا ہے۔

گانے کی آواز سے اللہ کے نبی کی سخت ناپسندیدگی

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں: سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ، مِزْمَارًا قَالَ: فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ، وَنَأَىٰ عَنِ الطَّرِيقِ، وَقَالَ لِي: يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا؟ قَالَ: فَقُلْتُ: لَا، قَالَ: فَرَفَعَ إِصْبَعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ، وَقَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ مِثْلَ هَذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هَذَا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک دفعہ (ایک چرواہے) کی بانسری کی آواز سنی تو اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں رکھ لیں اور پھر مجھ سے فرمایا اے نافع! کیا تجھے آواز آرہی ہے؟ حضرت نافع فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ نہیں (یعنی آواز آنا بند ہو گئی) حضرت نافع فرماتے ہیں: انھوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے ہٹائیں اور فرمایا کہ میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح آواز سنی تو اس طرح فرمایا۔ (ابوداؤد: ۲۲۸)

گانا گانے والے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت غصّہ

حضرت صفوان بن امیہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ عمرو بن مرہ آیا اور کہنے لگا۔

إِنَّ اللهَ قَدْ كَتَبَ عَلَيَّ الشِّقْوَةَ، فَمَا أُرَانِي أُرْزَقُ إِلَّا مِنْ دُفِّي بِكَفِّي، فَأْذَنْ لِي فِي الْغِنَاءِ فِي غَيْرِ فَاحِشَةٍ۔

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! اللہ نے میرے لیے بدبختی لکھ دی مجھے صرف اسی طرح رزق ملتا ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے دف بجاؤں (اور روٹی حاصل کروں) لہذا آپ مجھے کسی فحش کام (یعنی ناچنے اور لواطت وغیرہ) کے بغیر گانے کی اجازت دید یجیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

لَا آذَنُ لَكَ، وَلَا كَرَامَةَ، وَلَا نُعْمَةَ عَيْنٍ، كَذَبْتَ، أَيْ عَدُوَّ اللهِ، لَقَدْ رَزَقَكَ اللهُ طَيِّبًا حَلَالًا، فَاخْتَرْتَ مَا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْكَ مِنْ رِزْقِهِ مَكَانَ مَا أَحَلَّ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ مِنْ حَلَالِهِ، وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ إِلَيْكَ لَفَعَلْتُ بِكَ وَفَعَلْتُ. قُمْ عَنِّي، وَتُبْ إِلَى اللهِ. أَمَا إِنَّكَ إِنْ فَعَلْتَ بَعْدَ التَّقْدِمَةِ إِلَيْكَ، ضَرَبْتُكَ ضَرْبًا وَجِيعًا، وَحَلَقْتُ رَأْسَكَ مُثْلَةً، وَنَفَيْتُكَ مِنْ أَهْلِكَ، وَأَحْلَلْتُ سَلَبَكَ نُهْبَةً لِفِتْيَانِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ۔

میں تجھے اس کی اجازت نہیں دوں گا اور تیری کوئی عزت نہیں اور نہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اے اللہ کے دشمن ! اللہ نے تجھے پاکیزہ اور حلال روزی دی پھر جو روزی اللہ نے تیرے لیے حلال فرمائی اس کی جگہ تو نے اس روزی کو اختیار کیا جو اللہ نے تجھ پر حرام فرمائی اور اگر میں تجھے اس سے قبل منع کر چکا ہوتا تو اب تجھے سخت سزا دیتا اور تیرا برُا حشر کرتا، میرے پاس سے اٹھ کھڑا ہو اور اللہ کی طرف رجوع کر اور غور سے سن ! اب منع کرنے کے بعد اگر تو نے پھر ایسا کیا تو میری تیری سخت پٹائی کروں گا، دردناک سزا دوں گا اور تیری صورت بگاڑنے کے لیے تیرا سر منڈوا دوں گا اور تجھے گھر والوں سے جدا کر دوں گا اور مدینہ کے نوجوانوں کے لیے تیرا لباس و سامان لوٹنا حلال کر دوں گا۔ عمرو بن مرہ کھڑا ہوا اور اس پر ایسی ذلّت و رسوائی چھائی ہوئی تھی جس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ جب وہ جا چکا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”هَؤُلَاءِ الْعُصَاةُ، مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ بِغَيْرِ تَوْبَةٍ حَشَرَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا

كَانَ فِي الدُّنيَا مُخَنَّثًا عُرْيَانًا لَا يَسْتَتِرُ مِنَ النَّاسِ بِهُدْبَةٍ، كُلَّمَا قَامَ صُرِعَ"۔ یہ (گانے کا کام کرنے والے) لوگ اللہ کے نافرمان ہیں جو ان میں سے بغیر توبہ کے مرجائے اللہ اس کو قیامت کے دن مخنّث (ہیجڑا) اور ننگے ہونے کی حالت میں حشر فرمائے گا جس طرح وہ دنیا میں تھا، اُس کے پاس کپڑے کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی نہ ہوگا جس کے ذریعے وہ لوگوں سے اپنے ستر کو چھپا سکے (یعنی اس کا ستر پوشیدہ نہ ہوگا) جب کھڑا ہوگا گر جائے گا۔ (ابن ماجہ: ۲۶۱۳)

باجہ اور موسیقی کو حلال سمجھنا قیامت کی علامت ہے

ایک حدیث میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد ہے: لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ الحِرَ وَالحَرِيرَ، وَالخَمْرَ وَالمَعَازِفَ۔

میری اُمت میں کچھ لوگ پیدا ہونگے جو زنا، ریشم، شراب اور راگ باجوں کو حلال قرار دیں گے۔ (بخاری: 5590)

گانا بجانا دل میں بڑی تیزی سے نفاق کو پیدا کرتا ہے

حضرت جابر بن عبد اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: "الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ، كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ۔

گانا دل میں نفاق کو اِس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو (بہت تیزی سے) اُگاتا ہے۔ (شعب الایمان: 4746)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اِسی مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وَالذِّكْرُ يُنْبِتُ الْإِيمَانَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ۔

اور ذکر دل میں اس طرح ایمان کو پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو۔ (ذمّ الملاھی لابن ابی الدّنیا: 30)

گانے بجانے والوں کا زمین میں دھنسنا اور اُن کی صورتوں کا مسخ ہونا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:يَشْرَبُ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ، يُسَمُّونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا، يُضْرَبُ عَلَى رُءُوسِهِمْ بِالْمَعَازِفِ وَالْقَيْنَاتِ، يَخْسِفُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ، وَيَجْعَلُ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ۔

میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور ان کا نام کچھ اور رکھ دیں گے ان کے سامنے باجے بجائے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دے گا۔(صحیح ابن حبان:6758)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

إِذَا اتُّخِذَ الفَيْءُ دُوَلًا، وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَأَدْنَى صَدِيقَهُ، وَأَقْصَى أَبَاهُ، وَظَهَرَتِ الأَصْوَاتُ فِي المَسَاجِدِ، وَسَادَ القَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيمُ القَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَظَهَرَتِ القَيْنَاتُ وَالمَعَازِفُ، وَشُرِبَتِ الخُمُورُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ، وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ۔

جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے اور امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے اور زکوۃ کو ایک تاوان سمجھا جانے لگے اور جب علم دین کو دنیا طلبی کے لئے سیکھا جانے لگے اور جب بیوی کی اطاعت کی جانے لگے اور ماں کی نافرمانی شروع ہو جائے دوست کو قریب کیا جائے اور باپ کو دور رکھا جائے اور مسجدوں میں شور و غل ہونے لگے اور قبیلہ کا سردار ان کا فاسق بدکار بن جائے اور جب قوم کا سردار ان کا بدترین آدمی بن جائے اور جب شریر آدمی کی عزت اس کے خوف سے کی جانے لگے اور جب گانے والی عورتیں اور باجوں گاجوں کا رواج عام ہو جائے اور

جب شرابیں پی جانے لگیں اور اس امت کے آخری لوگ پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس وقت تم انتظار کرو ایک سرخ آندھی کا اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنس جانے اور صورتیں بگڑ جانے کا اور آسمان سے پتھروں کے بَرسنے کا اور قیامت کی ایسی نشانیوں کا جو یکے بعد دیگرے اس طرح آئیں گے جیسے کی ہار کی لڑی ٹوٹ جائے اور اس کے دانے بیک وقت بکھر جاتے ہیں۔(ترمذی:2211)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

فِي هَذِهِ الأُمَّةِ خَسفٌ وَمَسخٌ وَقَذفٌ۔اس امت میں بھی زمین میں دھنسنے،صورتیں بگڑنے اور پتھروں کی بارش کے واقعات رونما ہوں گے۔مسلمانوں میں سے کسی نے پوچھا:"**وَمَتَى ذَاكَ**؟ یارسول اللہ!ایسا کب ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

إِذَا ظَهَرَتِ القَينَاتُ وَالمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الخُمُورُ۔

جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہو جائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔(ترمذی:2212)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد ہے: آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ کر کے بندروں اور خنزیروں کی شکلوں میں بدل دیا جائے گا۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا وہ لوگ اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتے اور روزے رکھتے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: پھر ان کا یہ حال کیوں ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَتَّخِذُونَ الْمَعَازِفَ وَالْقَيْنَاتِ وَالدُّفُوفَ،وَيَشْرَبُونَ الْأَشْرِبَةَ، فَبَاتُوا عَلَى شُرْبِهِمْ وَلَهْوِهِمْ، فَأَصْبَحُوا قَدْ مُسِخُوا قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ۔

وہ لوگ باجوں گانوں اور گانے والی عورتوں کے عادی ہو جائیں گے اور شرابیں پئیں گے ایک رات جب وہ شراب نوشی اور کھیل کود میں مشغول ہوں گے تو صبح تک ان کی صورتیں بندروں اور خنزیروں میں مسخ ہو چکی ہوں۔(حلیۃ الاولیاء:3/119)

موسیقی کے آلات کو توڑنے کا حکم دیا گیا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد ہے:

إِنَّ اللهَ بَعَثَنِي رَحْمَةً وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَمْحَقَ الْمَزَامِيرَ وَالْكَنَارَاتِ، يَعْنِي الْبَرَابِطَ وَالْمَعَازِفَ، وَالْأَوْثَانَ الَّتِي كَانَتْ تُعْبَدُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں ک لئے رحمت وہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسریوں اور گانے بجانے کے سامان اور ان بتوں کو ختم کردوں جو زمانہ جاہلیت میں پوجے جاتے تھے۔(مسند احمد:22218)

ایک روایت میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد ہے:**"أُمِرْتُ بِهَدمِ الطَّبلِ وَالْمِزْمَارِ"** مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ڈھول اور بانسری کو مٹادوں۔(کنز العمال:40639)

گھنٹیاں اور باجے شیطان کا ساز ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:**اَلْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ۔** گھنٹی شیطان کا ساز ہے۔(مسند احمد:8850)

گانے باجے والوں کے ساتھ رحمت کے فرشتے نہیں ہوتے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد ہے:**لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رِفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ أَوْ جَرَسٌ۔** فرشتے اس جماعت کے ہم راہ نہیں ہوتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو۔(ابوداؤد:2555)

ایک روایت میں ہے، حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اونٹ

دیکھے ان میں سے بعض (کے گلے) میں گھنٹی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی آواز سنی تو پوچھا: "مَا هَذَا؟" یہ کیا ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا: "الْجُلْجُلُ" یہ جلجل ہے۔ آپ نے پوچھا جلجل کیا ہے؟ اس نے کہا: گھنٹی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَاذْهَبْ فَاقْطَعْهُ ثُمَّ ارْمِ بِهِ۔ اچھا تم جاؤ اور اسے کاٹ کر پھینک دو۔ اس نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ پھر اس آدمی نے واپس آ کر عرض کیا: یارسول اللہ، یہ حکم آپ نے کس وجہ سے دیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "**إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَصْحَبُ رُفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ**" جس قافلے میں گھنٹی ہو، فرشتے اس کے ہم راہ نہیں ہوتے۔ (طبرانی کبیر: 1001)

گانے باجے والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: ایک لونڈی میرے پاس لائی گئی جس کے پاؤں میں جھنکار والے گھنگرو بندھے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: "**لَا تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ تَقْطَعُوا جَلَاجِلَهَا**" گھنگرو کاٹے بغیر اسے میرے پاس مت لاؤ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "**لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ جَرَسٌ**" فرشتے اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں گھنٹی ہو۔ (ابوداؤد: 4231)

گانے باجے والی سواری شیطان کی سواری ہے

ایک روایت میں ہے، ایک دفعہ کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سے ایک اونٹنی لیکر گزرے جس کی گردن میں گھنٹی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **هَذِهِ مَطِيَّةُ شَيْطَانٍ** "یہ شیطان کی سواری ہے۔ (ابن ابی شیبہ: 32599)

گانے باجے کی آواز احمقانہ اور فاجرانہ آواز ہے

حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا

اور میں آپ کے ساتھ آپ کے فرزند حضرت ابراہیم کی طرف چل دیا۔ وہ اس وقت حالت نزع میں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں اپنی گود میں اٹھا لیا، یہاں تک کہ ان کی روح نکل گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنہیں رکھ کر رونے لگے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ رو رہے ہیں، جبکہ آپ نے رونے سے منع فرمایا ہے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي لَمْ أَنْهَ عَنِ الْبُكَاءِ وَلٰكِنِّي نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٍ عِنْدَ نَغْمَةٍ لَهْوٍ وَلَعِبٍ وَمَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ، وَصَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ لَطْمِ وُجُوهٍ وَشَقِّ جُيُوبٍ۔

میں نے رونے سے منع نہیں کیا، البتہ دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں سے روکا ہے۔ ایک خوشی کے موقع پر لہو ولعب اور شیطانی باجوں کی آواز اور دوسری مصیبت کے وقت چہرہ پیٹنے، گریبان چاک کرنے کی آواز۔ (مستدرک حاکم:6825)

گانے باجے کی آواز ملعون آواز ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد ہے: **صَوْتَانِ مَلْعُونَانِ فِي الدُّنيا وَالآخِرَة: مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ، وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيبَةٍ۔**

دو آوازیں ایسی ہیں جو دنیا و آخرت میں ملعون ہیں (یعنی اُن پر لعنت کی گئی ہے) ایک وہ آواز جو کسی نعمت (یعنی خوشی) کے موقع پر راگ باجے کی ہوتی ہے اور دوسری وہ آواز جو کسی مصیبت کے وقت نوحہ اور بین کرنے کی ہوتی ہے۔ (مسند البزار:7513)

گانا گانے اور سننے والے دونوں ملعون ہیں

مُحدِّثِ کبیر اِمام شعبی فرماتے ہیں: **لُعِنَ الْمُغَنِّي وَالْمُغَنَّى لَهُ۔**

گانا گانے والا اور وہ جس کیلئے گانا گایا جائے دونوں ملعون ہیں۔ (شعب الایمان:4751)

گانا سننے والے کے کان میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: مَنْ قَعَدَ إِلٰى قَيْنَةٍ يَسْتَمِعُ مِنْهَا صَبَّ اللهُ فِيْ أُذُنَيْهِ الآنُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

جو کسی گانا گانے والی کے پاس گانا سننے کیلئے بیٹھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالیں گے۔ (أخرجہ ابن عساکر فی تاریخہ: 6064)

گانا گانے والے کی نماز قبول نہیں

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو کسی کو گانا گاتے ہوئے سنا تو اِرشاد فرمایا: "لَا صَلَاةَ لَهُ، لَا صَلَاةَ لَهُ، لَا صَلَاةَ لَهُ۔ اُس کی نماز قبول نہیں، اُس کی نماز قبول نہیں، اُس کی نماز قبول نہیں۔ (نیل الاوطار: 8/113)

گانا سننا گناہ اور اُس سے لذّت حاصل کرنا کُفر ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

اِسْتِمَاعُ الْمَلَاهِي مَعْصِيَةٌ وَ الْجُلُوسُ عَلَيْهَا فِسْقٌ وَ التَّلَذُّذُ بِهَا كُفْرٌ۔ گانا سننا گناہ ہے، اُس کے پاس بیٹھنا فسق و فجور ہے اور اُس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔ (نیل الاوطار: 8/113)

گانے بجانے پر مشتمل دَعوت قابلِ قبول نہیں

حضرت زُبید رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب اُنہیں کسی شادی کی دعوت میں بلایا جاتا تھا تو اگر حضرت زُبید رضی اللہ عنہ وہاں راگ باجوں کی آواز سنتے تو اس میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ (ذمّ الملاھی: 72)

گانا گانے والے کے اوپر شیاطین مسلط ہو جاتے ہیں

حضرت ابوامامہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: "مَا رَفَعَ رَجُلٌ صَوْتَهُ بِعَقِيرَةٍ غِنَاءً إِلَّا بَعَثَ اللهُ بِشَيْطَانَيْنِ يَجْلِسَانِ عَلَى مَنْكِبَيْهِ يَضْرِبَانِ بِأَعْقَابِهِمَا عَلَى صَدْرِهِ حَتَّى يَسْكُتَ مَتَى مَا سَكَتَ۔

جب کوئی شخص اپنی آواز کو گانا گانے میں بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو شیطانوں کو بھیجتا ہے جو اُس کے دونوں کندھوں پر بیٹھ کر اپنی ایڑھیوں سے اُس کے سینے پر اُس وقت تک مارتے ہیں جب تک وہ خاموش نہ ہو جائے۔ (طبرانی کبیر:7825)

گانا بجانا زنا کا منتر ہے

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں: الْغِنَاءُ رُقْيَةُ الزِّنَى۔ گانا بجانا زنا کا منتر ہے (یعنی اِس سے زنا کا دروازہ کھلتا ہے)۔ (شعب الایمان:4754)

گانا گانے والے کا گانا، اُس کی کمائی اور اُس کی جانب دیکھنا بھی حرام ہے

حضرت عمر بن خطابؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں:

ثَمَنُ الْقَيْنَةِ سُحْتٌ، وَغِنَاؤُهَا حَرَامٌ، وَالنَّظَرُ إِلَيْهَا حَرَامٌ، وَثَمَنُهَا مِثْلُ ثَمَنِ الْكَلْبِ، وَثَمَنُ الْكَلْبِ سُحْتٌ، وَمَنْ نَبَتَ لَحْمُهُ عَلَى السُّحْتِ، فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ۔

گانا گانے والی عورت کی اُجرت، اُس کا گانا گانا اور اُس کی جانب دیکھنا بھی حرام ہے، اُس کی کمائی ایسی ہے جیسے کتے کی کمائی، اور کتے کی کمائی حرام ہے، اور جس کا گوشت حرام سے پرورش پائے تو آگ ہی اُس کیلئے زیادہ لائق ہے۔ (طبرانی کبیر:87)

گانے بجانے اور اُس کے آلات فروخت کرنے میں کوئی بھلائی نہیں

حضرت ابوامامہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ”لَا تَبِيعُوا الْقَيْنَاتِ، وَلَا تَشْتَرُوهُنَّ، وَلَا تُعَلِّمُوهُنَّ، وَلَا خَيْرَ فِي تِجَارَةٍ فِيهِنَّ، وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ، فِي مِثْلِ هَذَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔

گانے والی باندیوں کی خرید وفروخت مت کرو اور اُنہیں گانا گانا مت سکھاؤ، ایسی باندیوں کی تجارت میں کوئی بھلائی نہیں ہے اور اُن کی کمائی حرام ہے، اِسی بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت نازل کی گئی ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾۔

ترجمہ: اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں، تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکائیں۔ (ترمذی:1282)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: أَخْبَثُ الْكَسْبِ كَسْبُ الزَّمَّارَةِ۔

راگ باجے کی کمائی سب سے زیادہ گندی کمائی ہے۔ (ذم الملاھی:67)

گانے سے بے شرمی، بے مروّتی اور شہوت کا ہیجان پیدا ہوتا ہے

حضرت یزید ابن الولید النّاقص فرماتے ہیں: ”إِيَّاكُمْ وَالْغِنَاءَ، فَإِنَّهُ يُنْقِصُ الْحَيَاءَ، وَيَزِيدُ فِي الشَّهْوَةِ، وَيَهْدِمُ الْمُرُوءَةَ، وَإِنَّهُ لَيَنُوبُ عَنِ الْخَمْرِ، وَيَفْعَلُ مَا يَفْعَلُ السُّكْرُ، فَإِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ فَاعِلِينَ، فَجَنِّبُوهُ النِّسَاءَ إِنَّ الْغِنَاءَ دَاعِيَةُ الزِّنَ۔

گانا بجانے سے بچو اِس لئے کہ یہ شرم وحیاء کو کم کردیتا ہے، شہوت کو بڑھا دیتا ہے، مروّت کو ختم کردیتا ہے، اور یہ گانا شراب کے ہی قائم مقام ہوتا ہے (یعنی اُسی کا کام کرتا ہے) اور وہی کام

کرتا ہے جو نشہ آور چیز کرتی ہے، پس اگر تمہیں گانا بجانا ہی ہے تو عورتوں کو اس سے (ہر صورت میں) ضرور دور رکھو کیونکہ بیشک گانا بجانا زنا کو دعوت دینے والا ہے۔(شعب الایمان:4755)

گانے بجانے کے مُہلک اور تباہ کُن نقصانات اور خطرناک مَفاسد

گانے باجے کی حرمت اور قباحت پر جو آیات و روایات ماقبل گزری ہیں، اُن سے گانے بجانے کے مفاسد اور نقصانات بہت اچھی طرح سمجھے جاسکتے ہیں، تاہم اُنہی آیات و روایات کا اختصار بھی مُلاحظہ فرمائیں۔

(گانے بجانے والوں کیلئے ذلّت والا عذاب ہے۔(لقمان:6)

(گانا بجانا اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔(ابوداؤد:3696)

(گانے والا اللہ کا دشمن ہے۔(ابن ماجہ:2613)

(گانے والا دنیاوی اعتبار سے بھی سخت سزا کا مستحق ہے۔(ابن ماجہ:2613)

(گانے بجانے والے اللہ کے نافرمان ہیں۔(ابن ماجہ:2613)

(اللہ تعالیٰ گانے کی آواز کو ناپسند کرتے ہیں۔(کنز العمال:45071)

(گانے بجانے کی آواز اللہ کے نبی کی ناپسندیدہ آواز ہے۔(ابوداؤد:281)

(گانے والے کی اللہ اور اس کے رسول کے یہاں کوئی عزّت نہیں۔(ابن ماجہ:2613)

(گانے والے کی آنکھوں میں ٹھنڈک (یعنی سکون) نہیں۔(ابن ماجہ:2613)

(قیامت کے دن ننگا ہونے کی حالت میں جمع کیا جائے گا۔(ابن ماجہ:2613)

(گانے بجانے اور موسیقی کو حلال سمجھنا قیامت کی علامت ہے۔(بخاری:5590)

(گانا دل میں بہت تیزی سے نفاق پیدا کرتا ہے۔(شعب الایمان:4746)

(گانے بجانے کے عام ہونے پر سرخ آندھی اور زلزلوں کا عذاب۔(ترمذی:2211)

(گانوں باجوں پر مشتمل دَعوت قابلِ قبول نہیں۔(ذمّ الملاھی:72)

(گانا گانے والے پر شیاطین مسلّط ہوجاتے ہیں۔(طبرانی کبیر:7825)

(گانا بجانا زنا اور بدکاری کا منتَر ہے۔(شعب الایمان:4754)

(گانا گانے والے کی اُجرت حرام ہے۔(طبرانی کبیر:87)

(گانا گانے والی عورت کی جانب دیکھنا بھی حرام ہے۔(طبرانی کبیر:87)

(گانے باجے کی کمائی میں کوئی خیر وبھلائی نہیں۔(ترمذی:1282)

(گانے باجے کی کمائی سب سے زیادہ گندی کمائی ہے۔(ذمّ الملاھی:67)

(گانا بجانا شرم وحیاء کو کم کردیتا ہے۔(شعب الایمان:4755)

(گانا بجانا شہوت کو بڑھا دیتا ہے۔(شعب الایمان:4755)

(گانا بجانا اِنسان کو بے مروّت بنادیتا ہے۔(شعب الایمان:4755)

(گانا بجانا شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کے قائم مقام ہے۔(شعب الایمان:4755)

(گانا بجانا زنا اور بدکاری کی دَعوت دیتا ہے۔(شعب الایمان:4755)

(گانے بجانے کے عام ہونے پر آسمان سے پتھر کی بارش کا عذاب۔(ترمذی:2211)

(گانے بجانے کے عام ہونے پر زمین میں دھنسنے کا عذاب۔(ترمذی:2211)

(گانے بجانے کے عام ہونے پر صورتوں کے مسخ ہونے کا عذاب۔(ترمذی:2211)

(گانے بجانے کے آلات توڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔(مسند احمد:22218)

(باجے شیطان کا ساز ہے۔(مسند احمد:8850)

(گانے باجے والوں کے ساتھ رحمت کے فرشتے نہیں ہوتے۔(ابوداؤد:2555)

(گانے باجے والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔(ابوداؤد:4231)

(گانے باجے والی سواری شیطان کی سواری ہے۔(ابن ابی شیبہ:32599)

(گانے باجے کی آواز احمقانہ اور فاجرانہ آواز ہے۔(مستدرک حاکم:6825)

(گانے باجے کی آواز ملعون آواز ہے۔(مسند البزار:7513)

(گانا گانے اور سننے والے دونوں ملعون ہیں۔(شعب الایمان:4751)

(گانا سننے والے کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔(ابن عساکر فی تاریخہ:6064)

(گانا گانے والے کی نماز قبول نہیں۔(نیل الاوطار:8/113)

(گانا سننا گناہ ہے۔(نیل الاوطار:8/113)

(گانا سننے کیلئے بیٹھنا فسق وفجور ہے۔(نیل الاوطار:8/113)

(گانے سے لذّت حاصل کرنا کُفر ہے۔(نیل الاوطار:8/113)

ہجرت کی تاریخ

پھر اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ صفر کی ستائیسویں شب کو مکہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیا اور روانہ ہوکر غار ثور پہنچے، اور اس غار میں تین راتیں قیام کرنے کے بعد یکم ربیع الاوّل ایک ہجری (وہ زمانہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی طرف ہجرت سے شروع ہوا) بروز پیر، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً باون سال گیارہ ماہ انیس دن تھی، مدینہ طیبہ روانہ ہوگئے، سات دن کے سفر کے بعد ۸/ربیع الاوّل سنہ ۱ھ مطابق ۲۳/ستمبر ۶۲۲ء بروز پیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے علاقے قبا پہنچے اور یہاں مسجد قبا کی بنیاد رکھی، ۱۲/ربیع الاوّل بروز جمعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے سوار ہوکر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہوگیا، یہاں تقریباً سو آدمیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا

پہلا جمعہ پڑھایا، جمعہ سے فارغ ہوکر آپ یہاں سے روانہ ہوئے، جہاں اب مسجد نبوی ہے اس سے متصل حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا، یہاں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی رک گئی، پھر آپ نے مستقل یہیں قیام فرمایا۔ (زرقانی ص ۳۵۶،۳۵۹)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر احد پہاڑ کا خوشی میں جنبش کرنا

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: صعد النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أُحداً و معه أبو بكر وعمر وعثمان فرجف بهم فضربه برجله وقال: أثبت يا أحد فما عليك إلا نبي أو صديق أو شهيدان. (صحيح البخاري كتاب المناقب باب مناقب عمر بن الخطاب رقم (۳۴۸۳)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ کے اوپر تشریف لے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی تھے، تو احد پہاڑ نے جنبش کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ پر اپنا پاؤں مبارک مارکر فرمایا کہ ٹھیر جا تیرے اوپر (اس وقت) ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری شریف)

فائدہ: یہ حدیث نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلائل نبوت میں سے ہے کہ جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا کہ ان دونوں حضرات یعنی حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے جامِ شہادت نوش کیا۔

وعن سهل بن سعد رضى الله عنه قال ارتج أحد وعليه النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وأبوبكر وعمر وعثمان فقال النبى صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أثبت أحد ما عليك إلا نبي و صديق و شهيدان. رواه أحمد وأبو يعلى. (رواه أحمد (۵/ ۳۳۱) وأبويعلى (۶/ ۴۹۱) ورجاله رجال الصحيح كما في مجمع الزوائد، وصححه ابن حبان (۸/ ۱۴۴)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احد زور سے جنبش کرنے لگا جبکہ اس پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیر جا اے احد! کیونکہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

فائدہ: احد پہاڑ کا جنبش کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ظاہر کرنے کے لئے

تھا، یعنی جبل اتنا خوش ہوا کہ خوشی میں ہلنے لگا، اور کیوں نہ خوش ہوتا اس پر تو اللہ تعالی کے سب سے پیارے نبی امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں، اس کی تو خوشی کی انتہا نہ رہی، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا قدم مبارک مار کر فرمایا کہ ٹھیر جا تو وہ فوراً ٹھیر گیا، یہ اس کا ٹھیر جانا تعمیل حکم میں تھا، طاعت میں تھا، فرماں برداری میں تھا، انسانوں کو بھی اس سے سبق سیکھ لینا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور طاعت میں کوئی کسر نہ رکھیں۔ محبت و طاعت میں تلازم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحیح معنی میں محبت کرنے والا آنحصرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطیع بھی ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہداء احد کی زیارت کے بعد آخرت کی ترغیب دینا

عن عقبة بن عامر رضی الله عنه أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج یوماً فصلی علی أهل أحد صلاته علی المیت ثم انصرف إلی المنبر فقال: "إنی فرط لکم و أنا شهید علیکم و إني و الله لأنظر إلی حوضی الآن و إني أعطیت مفاتیح خزائن الأرض أو مفاتیح الأرض و إني و الله ما أخاف علیکم أن تشرکوا بعدی و لکن أخاف علیکم أن تنافسوا فیها (أی فی الدنیا)۔

(رواہ البخاری رقم (۱۳۴۴) کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز تشریف لائے اور اُحد کے شہداء پر اس طرح نماز جنازہ پڑھی جس طرح نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں حوض پر تم سے پہلے پہنچنے والا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں، مجھے تمہارے بارے میں میرے بعد شرک میں ابتلاء کا ڈر نہیں لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ خدشہ ہے کہ تم دنیا داری میں منہمک ہو جاؤ گے، اور اس میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرو گے۔ (بخاری شریف)

سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد گھر جانے سے پہلے مسجد نبوی شریف میں دو رکعت ادا کرنا

عن مسلم بن اسلم أخي بني الحارث بن الخزرج قال: قال لنا رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من هبط منكم إلى هذه القرية فلا يرجعنَّ إلى أهله حتى يركع ركعتين في هذا المسجد ثم يرجع إلى أهله۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر (۱۹/ ۴۳۵ رقم: ۱۰۵۵)، وأبونعیم وإسنادہ حسن)

ترجمہ: حضرت مسلم بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم میں سے جو اس بستی میں جائے سو ہرگز نہ لوٹے اپنے گھر والوں طرف، جب تک کہ دو رکعت نہ پڑھ لے اس مسجد (مسجد نبوی شریف) میں پھر اپنے گھر والوں کی طرف لوٹے۔ (طبرانی شریف)

غیروں کے ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سارے مسلمانوں کیلئے تو نمونہ عمل ہے ہی، پر غیروں کیلئے بھی اس میں کچھ کم درس نہیں؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس جس طرح ایثار و قربانی، تحمل و بردباری، تواضع و انکساری میں اپنی مثال آپ ہے، اسی طرح شجاعت و بہادری، استقلال وثبات قدمی اور وقار و تمکنت میں بھی آپ کا کوئی مثیل و نظیر نہیں، آپ نے خوش خلقی، زندہ دلی، شگفتہ مزاجی، صدق وصفا، شرم وحیا، صبر وشکر، رحم وکرم اور عفو و درگذر کا جو نمونہ انسانیت کو عنایت فرمایا ہے، وہ عمل کرنے کیلئے ہے، تاریخ کے صفحات کی زینت بنانے کیلئے نہیں، انسان کو انسانیت کی معراج پر پہنچانے کیلئے بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا کافی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنوں سے تو محبت وشفقت کے ساتھ پیش آتے ہی تھے، غیر بھی آپ کے رحم وکرم اور عفو و درگذر سے محروم نہ رہے، احادیث کی کتابوں میں یہ روایت ملتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کیلئے بیدار ہوتے تو بستر سے آہستہ اٹھتے اور نہایت

آہستہ سے دروازہ کھولتے تھے ایسا اس لئے کرتے کہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نیند میں خلل نہ آئے۔ (مسلم: ۲/ ۱۳/ ۳۱۳)

خادم دربارِ نبوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ گواہی دیتے ہیں کہ میں جب خدمت میں حاضر ہوا تھا اس وقت میری عمر صرف آٹھ برس کی تھی، اس کے بعد دس سال تک ملازمت کا شرف حاصل رہا، لیکن اس پوری مدت میں کسی کام کے خراب ہونے پر آپ نے کبھی اُف بھی نہ کہا، اور نہ یہ کہا کہ: تم نے یہ کام کیوں کیا؟ وہ کام کیوں نہیں کیا؟ (مشکوۃ، ص: ۴۴)

یہ تو اپنوں کی بات تھی، غیروں بلکہ دشمنوں کے ساتھ بھی آپ نے نہایت ہی رحمدلانہ اور عفوودرگذر سے بھرپور سلوک کیا ہے، جس کی گواہی غیروں نے بھی دی ہے۔

زخم کھا کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی دعا کی

اُحد کا میدان ہے، لات ومنات کے پجاریوں سے جنگ ہورہی ہے، دشمنانِ خدا زمین پر اکڑ رہے ہیں، "اللہ واحد" کہنے والوں کا صفایا کرنے کیلئے اکٹھا ہو گئے ہیں، رسول رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود ان کیلئے سب سے بڑی نفرت کی چیز ہے، ایمان وکفر کی فیصلہ کن جنگ ہورہی ہے، اتنے میں ایک شقی نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کردیا، چہرۂ انور زخمی ہو گیا، خود کے دو حلقے رخسارِ مبارک میں گھس گئے، اور اتنے اندر اتر گئے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے بمشکل انھیں دانتوں سے نکالا، اسی میں ان کے دانت بھی کام آگئے، چہرۂ انور سے مسلسل خون جاری تھا، درد وکرب سے بے چین تھے، اسی اثنا میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ سے عرض کیا: "یارسول اللہ! کاش آپ ان بدبختوں کیلئے بددعاء فرمادیتے، تاکہ یہ اپنے کیفرِ کردار تک پہنچ جاتے" لیکن قربان جایئے اس ذات پر کہ جس نے سب کے جواب میں ارشاد فرمایا: "میں لعنت و بددعاء

کرنے کیلئے نہیں آیا ہوں؛ بلکہ راہِ راست پر بلانے کیلئے آیا ہوں اور خدا نے مجھے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" اس کے بعد آپ نے دعاء فرمائی: "بارِ الٰہا! میری قوم کو بخش دے، اور ان کو راہِ راست کی ہدایت فرما؛ کیونکہ یہ مجھے جانتی نہیں۔ (شفا،ص:۷۴) بحوالہ نقوش رسول نمبر ۴/۱۷۹)

جانی دشمن کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاف فرما دیتے تھے

ہجرت کے چوتھے سال غزوۂ ذات الرقاع پیش آیا، اس موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے الگ ہو کر ایک درخت کے سائے تلے آرام فرما رہے تھے، دشمن خدا غورث بن حارث آدھمکا، اور قتل کے ارادے سے تلوار سونت لی، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخانہ سوال کیا: "اب بتا، میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا: "اللہ" اب رعب نبوت کہیے، یا قدرتِ خداوندی سمجھئے، واقعہ یہ ہوا کہ تلوار دشمن خدا کے ہاتھ میں تھم نہ سکی، زمین پر گر گئی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی تلوار اٹھائی اور دریافت کیا: اب تو بتا! تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ دشمن خدا کو خدا کی قدرت پر کہاں یقین تھا؟ اس نے کہا: کوئی نہیں، البتہ آپ عمدہ بدلہ لینے والے اور عفو و درگذر کرنے والے ہیں، آپ نے اس جانی دشمن کو معاف کر دیا، آپ کے عفو و درگذر سے بہت متاثر ہوا، بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جب وہ اپنی قوم میں گیا تو لوگوں سے کہا کہ: میں روئے زمین پر بسنے والوں میں سب سے بہترین ذاتِ اقدس کے پاس سے آیا ہوں، بالآخر یہی قصہ اس کے اسلام لانے کا سبب بنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے تھے

خادم دربارِ نبوت حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ: میں ایک سفر میں رسول اللہ کے ہم

رکاب تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر زیب تن فرمائی تھی، جس کی کور موٹی تھی، ایک اعرابی آدھمکا، اور چادر کا کنارہ پکڑ کر اس زور سے جھٹکا دیا کہ چادر کی کور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن اور شانوں پر نشان پڑ گئے، آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے بدویانہ لہجے میں کہا: "خدا کا دیا ہوا مال جو تیرے پاس ہے، اس میں سے میرے دونوں اونٹوں پر لاد دے، اور یہ بھی سن لے! کہ جو کچھ تو مجھے دے گا وہ تیرا یا تیرے باپ کا مال نہیں" اس بدوی کی تلخ نوائی کو بھی آپ نے دامن عفو میں جگہ دی، اور خاموش رہے، اسے صرف اتنا کہا کہ: بے شک مال تو اللہ کا ہے، اور میں اس کا بندہ ہوں؛ مگر اے اعرابی! تو بتا کیا تیرے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے، جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے؟ اس نے کہا: "نہیں"، آپ نے پوچھا: کیوں نہیں؟ اس نے بے باک ہو کر کہا: "اس لیے کہ تو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا"، یہ سنتے ہی رسول اللہ کو ہنسی آ گئی، اور آپ نے حکم دیا کہ: اس کے ایک اونٹ پر جو اور ایک پر کھجوریں لاد کر دیدی جائیں۔

ایک بدکلام یہودی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک اور صبر و تحمل

زید بن سعنہ یہودی سے کسی موقع سے آپ نے قرض لیا تھا، اور واپسی کی ایک تاریخ متعین تھی، لیکن وہ مقررہ تاریخ سے تین دن پہلے ہی قرض کا تقاضا کرنے آ گیا، اور گستاخانہ انداز میں شانۂ مبارک سے چادر کھینچتے ہوئے بدزبانی شروع کر دی، کہنے لگا کہ: "تم بنی عبدالمطلب بڑے نادہندہ اور وعدہ خلاف ہو"، اس کی بدکلامی پر برابر رسالت مآب مسکرا رہے تھے، حضرت عمرؓ ہیں موجود تھے، ان کو برداشت نہ ہوا، انھوں نے جھڑک کر اسے بے ہودہ گوئی سے روکنا چاہا، لیکن رسول اللہ نے روکا اور فرمایا: "اے عمر! تم نے ہم دونوں سے وہ طرزِ عمل اختیار نہیں کیا جو ہونا چاہیے تھا، اور جس کی ہم کو ضرورت تھی، یعنی مناسب یہ تھا کہ تم اسے جھڑکنے کے بجائے مجھے ادائے قرض اور وعدہ وفائی کی تلقین کرتے، اور اُسے حسن طلب اور نرمی سے تقاضا کرنے کی ہدایت کرتے، یہ

کہہ کر آپ نے حضرت عمر فاروقؓ کو ارشاد فرمایا کہ: اس کا قرض ادا کر دیں اور اس کو جھڑکنے کے معاوضہ میں مزید بیس صاع (ساٹھ کلو سے زائد) جَو دے دیں"!

اس طرزِ عمل، خوش خلقی، اور حسن ادا سے یہودی بہت متاثر ہوا، بالآخر وہ مسلمان ہو گیا، روایتوں میں آتا ہے کہ: وہ کہا کرتا تھا کہ نبی آخر الزماں میں مجھے ساری نشانیاں معلوم تھیں، البتہ دو باتوں کو میں نے آزمایا نہیں تھا: ایک یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غصہ سے زیادہ ہے، دوسرے یہ کہ: ان پر جتنی سختی کی جائے اتنی ہی نرمی و مہربانی بڑھتی چلی جاتی ہے، ان دو علامتوں کو بھی میں نے بڑی وضاحت سے دیکھ لیا، اب آپ کی رسالت پر مجھے کوئی شبہ نہیں۔

زہر دینے والی عورت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک

زینب بنت حارث نامی خیبر کی ایک خاتون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری پیش کی، جس میں اس نے زہر ملا دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام کھانے لگے، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ہاتھ روکنے کے لیے ارشاد فرمایا اور کہا کہ: گوشت میں زہر ملا ہوا ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت حارث کو بلا کر پوچھا تو اس نے یہ عذر پیش کیا کہ میں نے آپ کے دعویٔ نبوت کی تصدیق کے لیے ایسا کیا ہے، اس کا غلط خیال تھا کہ پیغمبر کو زہر اثر نہیں کرتا۔

قربان جایئے آپ کی ذات والا صفات پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جان لیوا تدبیر کرنے والی عورت کو بھی معاف کر دیا، حالانکہ اسی زہر کی وجہ سے بعض صحابہ کرامؓ وفات پا گئے، اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی زہر کا اثر ہو گیا تھا، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے کوئی باز پرس نہ کی۔ (بخاری شریف: ۱/ ۴۴۹)

فتح مکہ کے موقع پر دشمنوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن سلوک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں آنکھیں کھولیں، ابتدائے نبوت سے ہی اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانا، تکلیف دینا شروع کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو اتنا ستایا کہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے، حاصل یہ کہ قریش مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن تھے؛ اس لیے فتح مکہ کے وقت سب کو یقین تھا کہ ان کی ایک ایک ناشائستہ حرکتوں کا بدلہ لیا جائیگا، ان کی سابقہ جفائیں تباہی و بربادی کا سبب بن جائیں گی، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ داخل ہوئے تو کسی کو کچھ نہیں کہا، سب کو معاف کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے قاتل کو بھی معاف کر دیا، اور ہندہ کو بھی معاف کیا جس نے آپ کے محترم چچا کے ناک، کان کاٹ کر چبایا تھا، اوران کی لاش کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں، آپ نے اس عمیر بن وہب کو بھی معاف کر دیا جس نے اپنی تلوار زہر میں بجھا کر آپ کو قتل کرنے کا ناپاک ارادہ کیا تھا، آپ نے اہل مکہ سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ تم لوگ کیا کہتے تھے کہ میں تم سے کیا برتاؤ کروں گا؟ انھوں نے کہا: اچھا؛ کیوں کہ آپ مہربان بھائی اورمہربان بھائی کے بیٹے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ: آج میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں، جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِیْ۔

آج تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تم کو معاف کرے اور بے شک وہ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ (نقوش رسول نمبر: ۴/ ۲۳۴، ۱۸۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحم دلی اورعدل واِنصاف

عظیم شجاعت کے باوجود رحم دلی اور عدل و اِنصاف کا یہ عالم ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کسی لشکر اور فوج کو روانہ فرماتے تو انھیں اس بات کی تاکید فرماتے کہ کسی عورت، بچے، بوڑھے اور عبادت میں مشغول اِنسان کو ہرگز قتل نہ کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِستقامت کے پہاڑ

حق پر صبر و اِستقامت کی آپ نے وہ مثال قائم فرمائی جس کی نظیر تاریخِ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے، آپ کے مخالفین نے آپ کو مال و دولت، خوب صورت عورت اور دنیا کے جاہ وجلال کی لالچ دی؛ تاکہ آپ دعوتِ حق کو ترک کردیں؛ لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی آپ کو ذرہ برابر متأثر نہ کرسکی اور آپ نے ان کو ان تاریخی کلمات سے جواب دیا جو اہلِ حق کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ رہیں گے، آپ نے فرمایا:

"قسم بخدا! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں؛ تاکہ میں اپنی اس دعوتِ حق کو چھوڑ دوں تو میں ہرگز اسے نہیں چھوڑوں گا؛ جب تک کہ اللہ اسے غالب نہ کردے یا اسی میں میری موت آجائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عفو و کرم

عفو و کرم میں اگر دیکھا جائے تو آپ کا کوئی ثانی نہیں ملے گا، فتحِ مکہ کی مثال جو اوپر گزری، ایسی ہے کہ اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی، خود آپ کا ارشاد ہے:

جو تجھ سے قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر، جو تجھے نہ دے تو اسے دے، جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کردے اور جو تجھ سے برا سلوک کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت

جود وسخا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آگے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جودوسخا کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا تھا۔

بہترین شوہر، مشفق باپ اور وفادار دوست

اسی طرح آپ ایک بہترین شوہر، مشفق باپ اور وفادار دوست بھی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کا نمونہ پیش فرما کر اُمت کو بتادیا کہ ایک مسلمان شوہر کیسا ہونا چاہیے؟ ایک باپ کیسا ہو؟ اور ایک دوست کیسا ہو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامیاب معلم اور مربی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک امتیازی صفت معلم اور مربی کی ہے۔آپ کامل معلم، استاذ اور ایک عظیم مربی تھے؛ اس لیے تعلیم کے میدان میں کام کرنے والے اور جن حضرات پر نئی نسل کی تربیت کی ذمہ داری ہے سب کے لیے آپ اُسوۂ حسنہ ہیں۔

حسن وجمال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے بیان سے تو قلم و قرطاس قاصر ہیں؛ تاہم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دو اشعار تشنگیِ شوق کی تسکین کے لیے حاضر ہیں۔

وَأَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِيْ   وَأَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاء

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ   کَأَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاء

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین میری آنکھوں نے نہیں دیکھا
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ جمیل کسی ماں نے کوئی بچہ نہیں جنا
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر عیب سے فطرتاً پاک وصاف پیدا ہوئے
گویا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے ویسے ہی پیدا ہوئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسی زندگی

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزمرہ معمولات کا آغاز بھی مجلس سے ہوتا تھا اور اختتام بھی مجلس پر ہی ہوتا تھا، صبح نماز کے بعد عمومی مجلس ہوتی تھی اور رات کو عشاء کے بعد خواص کی محفل جمتی تھی جبکہ دن میں بھی مجلس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ سیرت اور حدیث کی مختلف روایات میں بتایا گیا ہے کہ نماز فجر کے بعد جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہی اشراق کے وقت تک تشریف فرما ہوتے تھے، اس دوران وہ ساتھیوں کا حال احوال پوچھتے تھے، کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کرتا تھا اور تعبیر پوچھتا تھا، خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو تعبیر کے ساتھ وہ خواب بیان فرماتے تھے، کوئی تازہ وحی نازل ہوتی تو اس کا ذکر کرتے تھے، کوئی اعلان کرنا ہوتا تو کرتے تھے۔ اس موقع پر مجلس میں دورِ جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ ہوتا تھا اور شعروشاعری کا دور بھی چل جاتا تھا جن میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہیں ہوتے تھے لیکن سن کر مسکرادیتے تھے۔ پھر سارا دن مجالس چلتی رہتی تھیں، احکام ومسائل کا تذکرہ ہوتا تھا، ہدایات ہوتی تھیں اور تلاوت اور ذکرواذکار کا سلسلہ بھی ہوتا تھا جبکہ عشاء کے بعد خواص کی مجلس ہوتی تھی جس کا تذکرہ حضرت علیؓ نے شمائل ترمذی کی ایک روایت کے مطابق یوں کیا ہے کہ خاص خاص احباب عشاء کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حجرے میں جمع ہوجاتے تھے جہاں اس رات آپ کا قیام ہوتا تھا، اس میں مختلف علاقوں کی صورت حال پیش کی جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبیلوں اور علاقوں کے حالات دریافت کرتے تھے اور لوگوں تک پہنچانے کے لیے پیغامات دیتے تھے، اس طرح مجموعی صورت حال پر باہمی مشاورت ہوجاتی تھی اور اگلے روز کی تیاری بھی ہوتی تھی۔ حضرت علیؓ

فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ جو اپنی حاجات اور ضروریات خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش نہیں کر پاتے تھے، ان کی ضروریات اور مسائل ہم لوگ رات کی مجلس میں پیش کر دیتے تھے۔ (سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص/90)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں ہر طرح کی باتیں ہوتی تھیں اور بے تکلفی کے ماحول میں ہوتی تھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام صحابہ کرامؓ کے دلوں میں حد سے زیادہ تھا لیکن اس کے باوجود مجلس کا ماحول کھلا رہتا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خوش طبعی اور دل لگی فرماتے تھے اور صحابہ کرامؓ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے تکلفی اور خوش طبعی کر لیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کا نام حضرت نعیمانؓ ہے، بدری صحابی تھے اور بہت خوش طبع آدمی تھے، ان کی دل لگی کے بہت سے واقعات ان کے تذکرہ میں ملتے ہیں حتیٰ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی دل لگی کر لیتے تھے، ایک بار وہ مسجد میں آرہے تھے کہ راستہ میں ایک ریڑھی پر انگور دیکھے، بیچنے والے سے کچھ انگور لیے اور کہا کہ یہ مسجد میں لے جا رہا ہوں، اگر پسند نہ آئے تو واپس کر دوں گا ورنہ تھوڑی دیر کے بعد تم مسجد میں آکر پیسے لے لینا، مسجد میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ نعیمانؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! انگور کھائیں گے؟ فرمایا کھا لیں گے۔ اس نے انگور حضورؐ کے سامنے رکھ دیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھائے اور مجلس میں بیٹھے دوسرے لوگوں نے بھی کھائے۔ تھوڑی دیر میں انگوروں والے نے آکر پیسے مانگے تو نعیمانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! اس کو پیسے دے دیں۔ فرمایا کس بات کے؟ کہا یہ جو انگور کھائے ہیں ان کے پیسے۔ فرمایا کہ میں نے تو نہیں منگوائے تھے، نعیمانؓ نے کہا کہ کھائے تو ہیں نا! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیسے دے دیے تو نعیمانؓ نے کہا کہ میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے کہ اس کے بغیر آپؐ نے

انگور کھاتے نہیں تھے۔ غرضیکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سب دوستوں کے ساتھ بے تکلفانہ ہوتی تھی اور ہر قسم کا ذوق رکھنے والے کو اس میں اپنی تسکین کا سامان مل جاتا تھا۔

تواضع سے عزت و رفعت حاصل ہوتی ہے

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہ قال ما نقصت صدقۃ من حال و ما زاد اللہ عبدا بعضوا الا عزا و ما تواضع احد للہ الا رفعہ اللہ۔ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مال سے صدقہ دینا مال میں کمی نہیں کرتا اور بندے کا معاف کرانا اور معذرت خواہ ہونے سے اللہ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے بندے کی تواضع وانکساری سے اللہ اسے درجہ فضیلت میں بلند کرتا ہے۔

اس حدیث نے ہماری زندگی میں پائے جانے والے تین تصورات کی اصلاح کی ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں پر خرچ کرنے اور صدقہ و خیرات کرنے سے مال میں کمی ہو جائے گی اور صدقہ و خیرات کا عمل مال کو گھٹا دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ مال کو گھٹاتا نہیں بلکہ بڑھاتا ہے۔ اسی طرح دوسرا تصور ہم کسی کو معاف کرنا اپنی بزدلی اور کم ہمتی اور ذلت و پستی جانتے ہیں اور اسی طرح ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے تسلیم کرنے میں عار سمجھتے ہیں۔ یوں ہم سمجھتے ہیں معاف کرنا ذلت ہے اور معذرت خواہ ہونا ندامت ہے اور بے عزت ہونا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔ معاف کرنا اور معذرت طلب کرنے کا خلق و عمل انسان کی عزت کو بڑھاتا ہے۔

اسی طرح تیسرا تصور ہمارا یہ ہے ہم اعلیٰ مقام و مرتبہ پر ہونے کی وجہ سے کسی قسم کی

عاجزی وانکساری نہیں کریں گے، یہ عمل اور یہ رویہ اور یہ خلق ہماری عزت کو خاک میں ملائے گا، عاجزی ہمیں رسوائی دے گی انکساری ہمیں خواری کی کیفیت سے دوچار کرے گی۔ اس لئے ہم اپنے اسٹیٹس کو قائم رکھنے میں کبروغرور کا اظہار کریں گے تا کہ ہماری حیثیت اور فضیلت میں کمی نہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تواضع وانکساری کا عمل انسان کے درجے اور مقام اور سٹیٹس کو کم نہیں کرتا بلکہ تواضع و انکساری کی وجہ سے انسان کا درجہ وفضیلت کو اللہ رب العزت نہ صرف اپنے حضور بڑھاتا ہے بلکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت وتکریم میں مزید اضافہ کردیتا ہے اسے عاجزی وانکساری کی بنا پر وہ رفعت، وہ فضیلت اور وہ بلندی عطا کرتا ہے جس کا وہ پہلے کبھی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ (ریاض الصالحین، ج1، ص319)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شان کی جگہ تواضع کو اپنایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باری تعالیٰ نے جلیل المنصب بنایا۔ سیدالمرسلین اور خاتم النبین اور رحمۃ للعلمین بنایا مگر ان سارے رفیع المرتبت اعزازات کے باوجود آپ دوسرے لوگوں کے زندگی کے جملہ معاملات میں متواضع رہے اور منکسر المزاج رہے، تکبروغرور کا دور دور تک آپ سے کوئی تعلق وناطہ نہ تھا۔ آپ لوگوں میں سے سب سے زیادہ متواضع الخلق تھے۔

یہی وجہ ہے جب آپ کو اختیار دیا گیا کہ اگر آپ چاہیں ''نبی ملک'' ایسا نبی جو بادشاہ بھی ہو اور اپنی عبد وہ نبی جو صرف بندہ ہی ہو ان دونوں میں سے جو چاہیں اپنے لئے اپنی شان کا انتخاب کرلیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت ان دونوں میں سے اپنی عبد کی شان کو منتخب کیا۔ مسند امام بن حنبل میں یہ روایت کچھ اس طرح آئی ہے۔

انہ خیر بین ان یکون نبیا ملکا او نبیا عبدا فاختار ان یکون نبیا عبدا۔

(مسند امام احمد، 2/231)(دلائل النبوۃ، 2/369)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ آپ نبی بادشاہ ہونا پسند کرتے ہیں یا نبی بندہ ہونا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی بندہ ہونا پسند کیا۔

رسول اللہ کی اسی تواضع و انکساری کی بناء پر باری تعالیٰ قیامت کے دن اولاد آدم کی سرداری آپ کو عطا فرمائے گا اور آپ ہی قیامت کے دن وہ پہلے شخص ہوں گے جو اللہ کے حضور لوگوں کے لئے شفاعت کریں گے۔

حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں:

قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم متو لئا علی عصا فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما تقوم الا عاجم بعظھم بعضھم بعضا و قال انما انا عبد اکل کما یاکل العبد و اجلس کما یجلس العبد۔ (سنن ابی داؤد، 5/398)(سنن ابن ماجہ، 2/1661)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصا مبارک کا سہارا لئے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم سب آپ کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عجمیوں کی طرح اس طرح نہ کھڑے ہوا کرو اس لئے وہ یونہی ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس منع کرنے کی وجہ یہ بیان کی میں تو ایک بندہ ہوں میں اسی طرح کھاتا ہوں جیسے کوئی عام آدمی کھاتا ہے اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جیسے کوئی عام آدمی بیٹھتا ہے۔

آپ نے اس حدیث مبارکہ میں اپنی ذات کے لئے کھڑے اور قیام کرنے کے عمل سے اپنی صفت تواضع اور اپنے خلق عاجزی وانکساری کی بنا پر منع کر دیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اسی عمل کو دوسرے افراد کے لئے اختیار کرنے کا حکم دیا۔ جب آپ کی خدمت میں

ایک قبیلے کا سردار آتا ہے تو آپ اپنی مجلس میں موجود تمام صحابہ کرام کو حکم دیتے ہیں:

قوموا الیسیدکم۔

سب کھڑے ہو کر اپنے سردار کا استقبال اور احترام بجالاؤ۔

اب دونوں احادیث مبارکہ سے امت کو یہ تعلیم میسر آتی ہے کوئی بھی داعی ہو، مربی ہو، معلم و قائد ہو، راہنما و رہبر ہو اس کی ذاتی خواہش نہ ہو کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوں، اس کا احترام بجالائیں، ہاں اگر وہ از خود کھڑے ہو کر اس کا استقبال کریں اور اس کا احترام کریں اور اس کی عزت افزائی کریں تو یہ دونوں عمل احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات سے عبرت لیجئے

آپؐ ہی تھے جن کو آغاز جوانی سے ہی اپنے پرائے سبھی امانت دار مانتے تھے۔ آپؐ کا نام ہی صدوق پڑ گیا تھا جو بے حد سچ بولنے والے کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بھی دعویٰ نبوت تک کھلم کھلا یہ گواہی دیتے رہے کہ آپؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

میاں بیوی کی قربت کو قرآن شریف میں بجا طور پر ایک دوسرے کے لباس سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (البقرہ:188) پس بیوی سے بڑھ کر کون ہے جو شوہر کے زیادہ قریب ہو اور اس کے اخلاق کے بارہ میں اس سے بہتر رائے دے سکے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب پہلی وحی کے بعد گھبراہٹ کے عالم میں گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کو جن الفاظ میں تسلی دی وہ آپؐ کی صداقت کی زبردست گواہی ہے۔ انہوں نے آپؐ کی یہ اہم صفت بھی بیان کی کہ آپؐ تو ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی بھی یہی گواہی تھی کہ آپؐ کے اخلاق تو قرآن تھے اور اسلام و قرآن کا بنیادی خلق تو سچائی ہی ہے۔

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ رسول کریمؐ کو جھوٹ سے زیادہ ناپسند اور قابل نفرین اور کوئی بات نہیں تھی۔ اور جب آپؐ کو کسی شخص کی اس کمزوری کا علم ہوتا تو آپؐ اس وقت تک اس سے کھچے کھچے رہتے تھے جب تک کہ آپؐ کو معلوم نہ ہو جائے کہ اس شخص نے اس عادت سے توبہ کر لی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ابوطالب کی شہادت

شعب ابی طالب کے زمانہ کی ہے۔ جب اس محصوری کی حالت میں تیسرا سال ہونے کو آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ابوطالب کو اطلاع دی کہ بنو ہاشم سے بائیکاٹ کا جو معاہدہ خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا اس کی ساری عبارت کو سوائے لفظ اللہ کے دیمک کھا گئی ہے۔ ابوطالب کو رسول اللہؐ کے قول پر ایسا یقین تھا کہ انہوں پہلے اپنے بھائیوں سے کہا کہ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ بات بھی لازماً سچ ہے۔ چنانچہ وہ ان کے ساتھ سرداران قریش کے پاس گئے اور انہیں بھی کھل کر کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے یہ بتایا ہے کہ تمہارے معاہدہ کو دیمک کھا گئی ہے۔ اس نے مجھ سے آج تک جھوٹ نہیں بولا۔ بے شک تم جا کر دیکھ لو اگر تو میرا بھتیجا سچا نکلے تو تمہیں بائیکاٹ کا اپنا فیصلہ تبدیل کرنا ہوگا۔ اگر وہ جھوٹا ثابت ہو تو میں اُسے تمہارے حوالے کروں گا۔ چاہو تو اسے قتل کرو اور چاہو تو زندہ رکھو۔ انہوں نے کہا بالکل یہ انصاف کی بات ہے۔ پھر جا کر دیکھا تو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، سوائے لفظ اللہ کے سارے معاہدہ کو دیمک چاٹ چکی تھی۔ چنانچہ قریش یہ معاہدہ ختم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ (ابن جوزی)

خزیمہ حضرت خدیجہؓ کے سسرالی رشتہ داروں میں سے تھے۔ دعویٰ نبوت سے قبل جب رسول کریمؐ تجارت کے لئے حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر شام گئے۔ خزیمہؓ بھی حضورؐ

کے ساتھ تھے۔ حضورؐ کے پاکیزہ اخلاق مشاہدہ کرکے انہوں نے بے اختیار یہ گواہی دی کہ:

''اے محمدؐ میں آپؐ کے اندر عظیم الشان خصائل اور خوبیاں دیکھتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ وہی نبی ہیں جس نے تہامہ سے ظاہر ہونا تھا اور میں آپؐ پر ابھی ایمان لاتا ہوں۔'' انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ جب مجھے آپؐ کے دعویٰ کی خبر ملی میں ضرور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ مگر دعویٰ کے بعد جلد اس وعدہ کی تکمیل نہ ہوسکی۔ فتح مکہ کے بعد آکر اسلام قبول کیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا ''پہلے مہاجر کو خوش آمدید۔'' (ابن حجر)

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہؐ کے بچپن کے دوست تھے۔ انہوں نے جب آپؐ کے دعویٰ کے بارہ میں سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اصرار کے باوجود کوئی دلیل نہیں چاہی کیونکہ زندگی بھر کا مشاہدہ یہی تھا کہ آپؐ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ (بیہقی)

پس رسول اللہؐ کا کردار بھی آپؐ کی سچائی کا گواہ تھا اور آپؐ کی پیشانی پر بھی سچائی کی روشنی تھی جسے حضرت ابوبکرؓ نے پہچان لیا۔

حق یہ ہے کہ سچوں کی گواہی دینے پر اپنے اور بیگانے تو کیا دشمن بھی مجبور ہوجاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ابوجہل سے بڑھ کر کون تھا؟ مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برملا کہا کرتا تھا کہ ہم تجھے جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اس تعلیم کی تکذیب کرتے ہیں جو تو لے کر آیا ہے۔ (جامع ترمذی)

رسول اللہؐ کا دوسرا بڑا دشمن ابوسفیان تھا۔ ہرقل شاہ روم نے اپنے دربار میں جب اس سے یہ سوال کیا کہ کیا تم نے اس مدعی نبوت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس سے پہلے کوئی جھوٹ کا الزام لگایا؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ دانا ہرقل نے اس جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں جانتا ہوں یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ اس نے لوگوں کے ساتھ تو کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اور خدا پر جھوٹ باندھنے لگ جائے۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہؐ کا ایک اور جانی دشمن نضر بن حارث تھا جو دارالندوہ میں آپؐ کے قتل کے منصوبے میں بھی شامل تھا۔ کفار کی مجلس میں جب کسی نے یہ مشورہ دیا کہ ہمیں محمدؐ کے بارے میں یہ مشہور کر دینا چاہئے کہ یہ جھوٹا ہے تو نضر بن حارث سے رہا نہ گیا۔ وہ بے اختیار کہہ اٹھا کہ دیکھو محمدؐ تمہارے درمیان جوان ہوا، اس کے اخلاق پسندیدہ تھے۔ وہ تم میں سب سے زیادہ سچا اور امین تھا۔ پھر جب وہ ادھیڑ عمر کو پہنچا اور اپنی تعلیم تمہارے سامنے پیش کرنے لگا تو تم نے کہا جھوٹا ہے۔ خدا کی قسم! یہ بات کوئی نہیں مانے گا کہ وہ جھوٹا ہے۔ وہ ہرگز جھوٹا نہیں ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

دشمن رسول امیہ بن خلف نے اپنے جاہلیت کے دوست حضرت سعد بن معاذؓ انصاری سے اپنی ہلاکت کے بارے میں رسول اللہؐ کی پیشگوئی سن کر بے ساختہ گواہی دی تھی کہ خدا کی قسم (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب بھی بات کرتا ہے۔ جھوٹ نہیں بولتا۔ (صحیح بخاری)

حضرت سعد بن معاذؓ انصاری نے جب سردار قریش امیہ بن خلف کی بیوی کو بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ اس کا خاوند امیہ ہلاک ہوگا تو وہ بے اختیار کہہ اٹھی! خدا کی قسم محمدؐ جھوٹ نہیں بولتے۔ چنانچہ جب جنگ بدر کے لئے امیہ ابوجہل کے ساتھ جانے لگا تو بیوی نے پھر کہا ''تمہیں یاد نہیں تمہارے یثربی بھائی سعد نے تمہیں کیا کہا تھا۔'' امیہ اس وجہ سے رُک گیا مگر ابوجہل باصرار اسے لے گیا چنانچہ امیہ بن خلف بدر میں مارا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچی ثابت ہوئی۔ (صحیح بخاری)

قریش نے ایک دفعہ اپنے ایک سردار عتبہ کو نمائندہ بنا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھجوایا۔ اس نے کہا کہ آپؐ ہمارے معبودوں کو کیوں برا بھلا کہتے اور ہمارے آباء کو کیوں گمراہ قرار دیتے ہیں؟ آپؐ کی جو بھی خواہش ہے پوری کرتے ہیں۔ آپؐ ان باتوں سے باز آئیں۔ حضورؐ تحمل اور خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔ جب وہ سب کہہ چکا تو آپؐ نے

سورۃ حٰم فُصِّلَتْ کی چند آیات تلاوت کیں، جب آپؐ اس آیت پر پہنچے کہ میں تمہیں عاد وثمود جیسے عذاب سے ڈراتا ہوں تو عتبہ نے آپؐ کو روک دیا کہ اب بس کریں اور خوف کے مارے اُٹھ کر چل دیا۔ اس نے قریش کو جا کر کہا تمہیں پتہ ہے کہ محمدؐ جب کوئی بات کہتا ہے تو کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں تم پر وہ عذاب نہ آجائے جس سے وہ ڈراتا ہے۔ تمام سردار یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ اُن سب سردارانِ قریش کی یہ خاموشی اپنی ذات میں اس بات کی گواہی تھی کہ بلاشبہ آپؐ صادق وراستباز ہیں۔

مسلمانوں اور یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے درمیان باہمی تعاون کا معاہدہ تھا مگر جنگ احزاب کے دوران بنو نضیر کا سردار حیّ بن اخطب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی کے پاس گیا اور اسے مسلمانوں سے معاہدہ توڑنے اور قریش کی مدد کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تاکہ مسلمانوں کو شکست سے دوچار کیا جائے۔ کعب بن اسعد جو بنو قریظہ کا سردار اور مسلمانوں کا دشمن تھا بے اختیار کہہ اٹھا ''تم میرے پاس زمانے بھر کی ذلت لے کر آئے ہو میں محمدؐ نے سے صدق کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔'' (سیرت ابن ہشام)

عبداللہؓ بن سلام مدینہ کے ایک بڑے یہودی عالم تھے۔ وہ مسلمان ہونے سے پہلے کا اپنا یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضورؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو لوگ دیوانہ وار آپؐ کو دیکھنے گئے میں بھی ان میں شامل ہو گیا۔ آپؐ کا نورانی چہرہ دیکھ کر ہی میں پہچان گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ (سنن ابن ماجہ)

معروف محقق ایچ جی ویلز نے رسول اللہؐ کے صدق وصفا کی گواہی دیتے ہوئے لکھا:۔'' یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صدق کی دلیل قاطع ہے کہ ان سے قربت رکھنے والے لوگ، اُن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ اُن کے اسرار ورموز سے پوری طرح واقف تھے اور اگر انہیں ان کی صداقت میں ذرہ برابر بھی شبہ ہوتا تو اُن پر وہ ہرگز ایمان نہ لاتے۔''

پس ایک انسان کی سچائی پر اپنوں، پرایوں، دوستوں اور دشمنوں سب کا اتفاق کر لینا ایسی عظیم الشان شہادت ہے جو ہمارے نبیؐ کی راستبازی اور سچائی کی زبردست اور روشن دلیل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم اور پاک زبان کا استعمال فرماتے تھے

حسب ارشاد باری کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپؐ کو نرم کر دیا ہے۔آل عمران:107

آپؐ کی گفتگو میں تلخی تھی نہ تیزی ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھا کر وضاحت اور نرمی سے آپؐ اس طرح کلام فرماتے کہ بات ذہن نشین ہو جاتی۔تین دفعہ بات دہراتے تھے۔(مسند احمد بن حنبل)

کوئی بھی عزم کر لینے کے بعد آپؐ خدا پر کامل بھروسہ رکھتے۔ جب آپؐ تین دفعہ کوئی بات کہہ دیتے تو اسے کوئی پلٹا نہیں سکتا تھا۔لیکن آپؐ کبھی صحابہ کی طاقت سے زیادہ ان کو حکم نہ دیتے تھے۔(مسند احمد بن حنبل)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر ضرورت کے گفتگو نہ فرماتے تھے اور جب بولتے تھے تو فصاحت و بلاغت سے بھرپور نہایت بامعنی کلام فرماتے ۔خود بات شروع کرتے اور اسے انتہا تک پہنچاتے۔آپؐ کی گفتگو فضول باتوں اور ہر قسم کے نقص سے مبرّا اور بہت واضح ہوتی تھی۔اپنے ساتھیوں سے تلخ گفتگو نہیں کرتے تھے۔نہ ہی انہیں باتوں سے رسوا کرتے تھے۔معمولی سے معمولی احسان کا ذکر بھی تعظیم سے کرتے اور کسی کی مذمت نہ کرتے۔کسی پر محض دنیوی بات کی وجہ سے ناراض نہ ہوتے البتہ جب کوئی حق سے تجاوز کرتا تو پھر آپؐ کے غصہ کو کوئی نہ روک سکتا تھا اور ایسی بات پر آپؐ سزا ضرور دیتے تھے مگر محض اپنی ذات کی خاطر غصے ہوتے تھے نہ انتقام لیتے تھے۔غصے میں منہ پھیر لیتے تھے۔خوش ہوتے تو آنکھیں نیچی کر لیتے۔مسکراتے تو سفید دانت اس طرح آبدار ہوتے جیسے بادل سے گرنے والے اولے۔(طبقات ابن سعد)

حضرت جابرؓ کی روایت کے مطابق رسول کریمؐ کی گفتگو میں بھی ایک ترتیب اور حُسن ہوتا تھا۔ (سنن ابوداؤد)

امّ معبد کی روایت کے مطابق رسول اللہؐ شیریں بیان تھے۔ آپؐ کی گفتگو کے وقت ایسے لگتا تھا جیسے کسی مالا کے موتی گر رہے ہوں۔ (حاکم مستدرک)

زیادہ تر آپؐ کی ہنسی مسکراہٹ کی حد تک ہوتی تھی۔ مسکرانا تو آپؐ کی عادت تھی۔ صحابہؓ کہتے ہیں ''ہم نے حضورؐ سے زیادہ مسکرانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ خوش ہوتے تو آپؐ کا چہرہ تمتما اُٹھتا تھا۔'' (مسند احمد بن حنبل)

آپؐ کی گفتگو خشک نہ تھی۔ بلکہ ہمیشہ شگفتہ مزاح فرماتے تھے۔ مگر مذاق میں بھی کبھی دامن صدق نہ چُھوٹا۔ فرماتے ''میرے منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔'' (طبرانی)

جہاں تک اہل خانہ سے آپؐ کے حسنِ سلوک کا تعلق ہے آپؐ نے کبھی گھر والوں کو بُرا بھلا نہیں کہا، گالی نہیں دی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص کی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی کا بڑے دکھ کے ساتھ ذکر فرما رہے تھے۔ اتنے میں وہ شخص ملنے آ گیا۔ آپؐ اس کے ساتھ بہت نرمی اور ملاطفت سے پیش آئے۔ میں نے پوچھا کہ ابھی تو آپؐ اس کی بدسلوکی کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ پھر اس کے ساتھ اس قدر نرم کلامی کیوں اختیار کی۔ آپؐ نے ایک جملہ میں نہ صرف حضرت عائشہؓ کی حیرت کا جواب دے دیا بلکہ خوش گفتاری کی اپنی دائمی صفت پر خود حضرت عائشہؓ کو گواہ ٹھہراتے ہوئے کیا خوب فرمایا ''**يَا عَائِشَةُ مَتٰى عَاهَدْتِّنِي فَحَّاشًا**'' اے عائشہؓ! اس سے پہلے میں نے کب کسی سے بدکلامی کی ہے جو آج کرتا۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی کوئی درشت کلمہ اپنی زبان پر نہ لائے۔ (صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت فرماتے اس کی فضیلت اور ثواب بھی ذکر فرماتے

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مومن کو کوئی کانٹا چبھے یا اُس سے زیادہ تکلیف پہنچے' اللہ اس کا درجہ بلند اور اس کا گناہ معاف فرما دیتا ہے''۔(سنن ترمذی:965)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کو بیماری یا کسی اور سبب سے کوئی تکلیف پہنچے' اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو (اس کثرت سے) معاف فرما دیتا ہے' جیسے (خزاں میں) پتے جھڑتے ہیں''۔(ترمذی:966)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے آج کس کا روزہ ہے' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: میرا' پھر فرمایا: تم میں سے آج کس نے جنازے میں شرکت کی' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: میں نے' پھر فرمایا: تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: میں نے' پھر فرمایا: تم میں سے آج کس نے مریض کی عیادت کی' حضرت ابوبکر نے عرض کیا: میں نے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص میں یہ ساری خصلتیں جمع ہو جائیں' وہ یقینا جنت میں داخل ہوگا''۔(صحیح مسلم:1028)

(ایک طویل حدیث میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے میرے بندے! میں بیمار تھا' تو نے میری عیادت نہ کی' بندہ عرض کرے گا: اے پروردگار! میں تیری عیادت کیسے کرتا؛ حالانکہ تو رب العالمین ہے' اللہ فرمائے گا: کیا تمہیں معلوم نہیں: میرا فلاں بندہ بیمار تھا' سو تو نے اس کی عیادت نہ کی' تجھے معلوم ہے کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے قریب ہی پاتا''۔(صحیح مسلم:2569)

حضرت ابوفاختہ بیان کرتے ہیں: حضرت علیؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: چلو حسن کی عیادت کرتے ہیں، وہاں ہم نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو پایا، حضرت علیؓ نے کہا: ابوموسیٰ! ملاقات کے لیے آئے ہو یا عیادت کے لیے، انہوں نے کہا: عیادت کے لیے، حضرت علی نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو کسی مسلمان کی صبح عیادت کرے، شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے نزولِ رحمت کی دعا کرتے ہیں اور جو کسی مریض کی شام کو عیادت کرے، صبح تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے نزولِ رحمت کی دعا کرتے ہیں''۔ (سنن ترمذی:969)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو بھی شخص کسی بیمار کی عیادت کرے گا، تو وہ جنت کے بحرِ رحمت میں غوطے لگائے گا، پھر جب وہ مریض کے پاس بیٹھے گا تو رحمت اُسے ڈھانپ لے گی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو اُس تندرست کا انعام ہے، جو مریض کے برابر میں بیٹھے تو مریض کی کیا شان ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے گناہ مٹ جائیں گے'' (مسند احمد:12782)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بیمار کی عیادت کی، آسمان سے ایک منادی پکارے گا: تو نے بہت اچھا کیا، تمہارا چلنا مبارک ہو، تو نے جنت میں اپنے لیے محل بنالیا''۔ (سنن ابن ماجہ:1443)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: میں تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ عطا بن ابی رباح نے کہا: ضرور دکھایئے، حضرت ابن عباسؓ نے کہا: یہ وہ سیاہ فام عورت ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی: مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ میرے لیے اس مرض سے شفا کی دعا فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تمہیں اس مرض سے نجات دے دے

۔اس عورت نے عرض کی: میں صبر کروں گی' اُس نے پھر یہ التجا کی: مرگی کے دورے کے دوران میرا ستر کھل جاتا ہے' آپ بس اتنی دعا فرما دیجیے کہ دورے کے دوران میرا ستر قائم رہے۔پس' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی''۔(صحیح البخاری:5652)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا۔ہمیں حکم دیا کہ مریض کی عیادت کریں' جنازہ کے ساتھ جائیں' چھینکنے والے کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہیں' جو دعوت دے اس کی دعوت کو قبول کریں' سلام کو پھیلائیں' مظلوم کی مدد کریں' قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کریں' ہمیں سونے کی انگوٹھیوں کے پہننے' چاندی کے برتنوں میں پینے' ریشمی زین' قِسی' ریشم' دیباج اور استبرق کے پہننے سے منع فرمایا ہے''۔(صحیح البخاری:5635)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک یہودی لڑکا بیمار پڑ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا: اسلام قبول کرلو' (اس کا باپ بھی اس کا باپ بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا)' اس نے باپ کی طرف دیکھا تو باپ نے اس سے کہا: ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کی تعمیل کرو' وہ لڑکا مسلمان ہوگیا۔پس' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے ہوئے' وہاں سے باہر تشریف لائے: تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں' جس نے اس لڑکے کو آگ سے نجات دی ہے''۔(صحیح البخاری:1356)

مریض کو دعا دیں اور اس سے بھی دعا لیں،مریض کی دعا ملائکہ کی دعا کی طرح قبول ہوتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس

عیادت کرنے کے لیے داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: فکر نہ کرو، ان شاء اللہ! (مرض اور گناہوں کے اثر سے) پاک ہو جاؤ گے''۔ (بخاری:5662)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی بیمار کے پاس آتے یا کوئی بیمار آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لایا جاتا تو آپ یہ دعا فرماتے: اے لوگوں کے پروردگار! (اس کی) تکلیف کو دور فرما دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، شفا تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے، ایسی شفا کہ بیماری (کا اثر) زائل کر دے''۔ (بخاری:5675)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم مریض (کی عیادت کیلئے) داخل ہو تو اُسے زندگی کی امید دلاؤ، اس سے تقدیر تو نہیں ٹلتی، لیکن اس کا دل خوش ہو جاتا ہے''۔ (شعب الایمان:8778)

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی مریض کی عیادت کے لیے جائے، تو اس سے مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھے، اس کا حال احوال پوچھے، اس کی درازیِ عمر کی دعا کرے اور اُس سے کہے: میرے لیے دعا کرو، کیونکہ مریض کی دعا ملائکہ کی دعا کی طرح قبول ہوتی ہے''۔ (شعب الایمان:8779)

اولاد و احفاد کے ساتھ

آپ ں کے فرزند حضرت ابراہیمؓ کا جب انتقال ہوا تو آپ ں بڑے غمزدہ تھے، آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے تعجب خیز لہجہ میں استفسار کیا: آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ ں نے جواب دیا، اے ابن عوف یہ رحمت ہے، بلاشبہ آنسو بہہ رہے ہیں، دل غم زدہ ہے؛ لیکن اس حالتِ غم میں بھی ہم وہی بات کہیں گے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، پھر آپ صنے فرمایا: اے ابراہیمؓ ہم تمہاری جدائی سے غم زدہ ہیں۔ (بخاری: ۱۳۰۳، باب قول النبی انا بک الخ)

اس صورتِ حال کو دیکھ کر حضرت انسؓ نے فرمایا: اہل وعیال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشفق میں نے کسی کو نہیں دیکھا (مسلم:۲۳۱۶) بچپن کا زمانہ بے شعوری و بے خیالی کا زمانہ ہوتا ہے، اس زمانہ میں بچے بڑوں کے رحم وکرم کے محتاج ہوتے ہیں، بچے انھیں کو اپنا محسن سمجھتے ہیں جو انھیں اپنے قریب رکھتے ہیں، تربیت کا جو حسین موقع قربت وانسیت سے ممکن ہے، ڈانٹ ڈپٹ سے زجر وتوبیخ سے اس کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ عمل یہی رہا کہ بچوں کو بالکل اپنے سے قریب رکھا حتی کہ بچوں کے کھیل کا بھی لحاظ کیا، اگر کسی موقع پر وہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سوار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ضرورت کی تکمیل کا بھرپور خیال رکھا؛ چنانچہ اپنے نواسوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرپور محبت کا مظاہرہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن شدادؓ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں: ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں حضرت حسنؓ یا حسینؓ کو ساتھ لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، درمیان نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ طویل فرمایا: حضرت شدادؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سوار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہیں، لہٰذا میں دوبارہ سجدے میں چلا گیا، جب نماز مکمل ہوگئی تو صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دورانِ نماز سجدہ طویل فرمایا، ہمیں یہ گمان ہونے لگا تھا کہ کوئی معاملہ پیش آیا ہے یا یہ کہ آپ پر وحی اتر رہی ہے، آپؐ نے فرمایا: ان میں سے کوئی بات نہ تھی؛ بلکہ میرا بیٹا میری پشت پر سوار تھا، میں نے مناسب نہ سمجھا کہ بچہ کی ضرورت کی تکمیل سے پہلے سجدہ ختم کروں۔ (مسند احمد: ۱۶۰۳۳ حدیث شداد بن الہاد)

اقرع بن حابسؓ نے دیکھا کہ آپ ں حضرت حسنؓ کو چوم رہے ہیں، یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ حضور ں میرے دس بچے ہیں، میں نے کبھی کسی کو نہیں چوما، آپ ں نے فرمایا: جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (بخاری: ۵۹۹۷، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ)

ایک دفعہ آپ حضرت حسنؓ کو چوم رہے تھے ایک دیہاتی نے حیرت کا اظہار کیا تو فرمایا کہ اگر اللہ نے تیرے دل سے رحمت کو نکال دیا تو میں کیا کرسکتا ہوں۔ (بخاری: ۵۹۹۸ باب رحمۃ الولد وتقبیلہ)

غور کیجیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اپنی اولاد سے خود محبت فرمائی؛ بلکہ امت کو بھی اس کی تعلیم دی، اور رحیمانہ سلوک کے ترک پر دھمکی دی کہ وہ شخص عنداللہ بھی قابلِ رحم نہیں، لہٰذا بچوں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ ہمارا وطیرہ ہونا چاہیے، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر کے صحن میں بیٹھ کر حضرت حسنؓ کے بارے میں دریافت کیا، تھوڑی ہی دیر میں وہ آ گئے، آپ ں نے انھیں گلے سے لگایا، بوسہ دیا اور فرمایا: اے اللہ! میں حسن سے محبت رکھتا ہوں تو بھی حسن سے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھ۔ (بخاری: ۳۷۴۹، باب مناقب الحسن)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کا انتقال ہوا تو ان کی صاحبزادی امامہؓ سے آپ ں بہت زیادہ محبت کا اظہار فرماتے، ان پر بہت زیادہ شفقت فرماتے، بعض دفعہ اپنے ساتھ مسجد بھی لے آتے، وہ آپ ں پر حالتِ نماز میں سوار بھی ہوجاتیں، جب آپ عزوجل تعالیٰ سجدہ میں جاتے تو انھیں نیچے اتار دیتے، جب قیام فرماتے تو کاندھے پر سوار فرما لیتے۔ (بخاری: ۵۱۶ باب إذا حمل جاریۃ صغیرۃ)

بعض دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں کے پاس آتے، انھیں گود میں بٹھاتے، انھیں چومتے ان کے لیے دعا فرماتے، آپ ں نے اپنے نواسوں کے ذریعہ اپنی آل و اولاد کے ساتھ رہنے کا طریقہ سکھلایا۔

دیگر بچوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

ہم بچوں سے محبت کرتے ہیں؛ صرف اپنے ہی بچوں سے، دوسروں کے بچوں سے محبت یکسر ناپید ہے، آپ ں نے اس تفریق کا خاتمہ فرمایا، جہاں آپ ں نے اپنے بچوں کے تئیں تعلق کا اظہار فرمایا، وہیں دیگر صحابہ کرام کی اولاد پر بھی نگاہِ شفقت ڈالی۔

ابوموسی اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ میرے گھر ایک لڑکا تولد ہوا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر حاضر ہوا، آپ ں نے اس کا نام ابراہیم رکھا، کھجور سے اس کی تحنیک (گھُٹّی) فرمائی، اوراس بچے کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ (بخاری: ۵۴۶۷ باب تسمیۃ المولود)

یہ ابوموسی اشعری ؓ کے بڑے صاحبزادے تھے، حضرات صحابہ کرام ؓ کی عادتِ طیبہ یہ تھی کہ کسی کے گھر بھی ولادت ہوتی تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بچے کو لیتے، اسے چومتے اس کے لیے برکت کی دعا کرتے، اسی طرح جب بعض دفعہ دورانِ نماز بچے کے رونے کی آواز آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تخفیف فرما دیتے۔ (بخاری: ۷۰۷ باب من أخف الصلاۃ عند بکاء الصبی)

اسی طرح ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام خالد کو بلایا، بذاتِ خود اس لڑکی کو خصوصی قمیص پہنائی، اور فرمایا: اس وقت تک پہنو کہ یہ پُرانی ہو جائے۔ (بخاری: ۵۸۲۳ باب الخمیصۃ السوداء)

ایک دفعہ آپ نے ایک بچے کو گود میں اٹھالیا، بچے نے کپڑے پر پیشاب کر دیا، آپ نے اس پر پانی بہا کر صاف کرلیا۔ (بخاری: ۶۰۰۲ باب وضع الصبی فی الحِجر)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا، اس کا نام ابوعمیر تھا، (اس کے پاس ایک چڑیا تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے ابوعمیر سے فرمانے لگے: "**يَا أَبَا عُمَيْر! مَا فَعَلَ النُّغَيْر؟**" یعنی اے ابوعمیر تمہاری چڑیا کیا ہوئی؟ (بخاری: ۶۱۲۹ باب الانبساط إلی الناس)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشغولیت و مصروفیت کے باوجود صحابہ کرام ؓ کی اولاد کے ساتھ نرمی، محبت، انسیت اور الفت کا معاملہ فرماتے، انھیں خوش کرنے کی ترکیبیں اپناتے، ان کے پرندوں کے تئیں استفسار کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کردہ اس محبت بھرے جملے سے فقہاء عظام نے کئی مسائل نکالے ہیں۔

حقوق میں بچوں کی تقدیم

آج تمام تر تنازعات کا حل حقوق کی ادائیگی پر موقوف ہے، ہر کوئی اپنے حق کا طالب ہے؛ لیکن دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے بیزار ہے، آپ ں نے نہ صرف اکابر کے حقوق کی ادائیگی کی تعلیم دی؛ بلکہ آپ ں نے اصاغر کے حقوق تک کا لحاظ فرمایا، اور اصاغر کے حقوق ادا کرتے ہوئے امت کی توجہ اس جانب مبذول فرمائی کہ ہر ایک کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے، حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں: ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پینے کی کوئی چیز لائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا، اس کے بعد آپ ں نے دیکھا کہ آپ کی دائیں جانب ایک بچہ ہے، اور بائیں جانب صحابہ کرامؓ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے سے اجازت چاہی کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہ مشروب ان بڑے حضرات کو عنایت کروں، اس بچے نے کہا، ہرگز نہیں، قسم بخدا میں (آپ کے تبرک میں) اپنے حق پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا، یہ سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اسے تھما دیا۔ (بخاری: ۲۳۶۶ باب من رأی أن صاحب الحوض الخ)

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بچوں کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام ہو، بچوں کے حقوق معلوم کر کے انھیں ادا کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔

یہودی بچے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

مسلمان بچوں کے ساتھ تو ہم کسی قدر نرمی کا مظاہرہ کر ہی لیتے ہیں؛ لیکن کفار کے بچوں کے ساتھ ہمارا جو طرزِ عمل ہوتا ہے، وہ ناقابلِ بیان ہے، ان پر تو کوئی نظرِ التفات ہوتی ہی نہیں، قربان جایئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جنھوں نے اپنے اُسوہ سے کفار کے بچوں کے ساتھ بھی نرمی کی تلقین کی، ایک یہودی شخص کا لڑکا آپ ں کی خدمت میں تھا، وہ ایک دفعہ بیمار ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود تشریف لا کر اس کی عیادت فرمائی، اس بچے کے سرہانے

بیٹھے، پھر اس بچے سے فرمایا: اسلام قبول کرو، اس بچے نے اپنے والد پر نظر ڈالی، والد نے بھی کہا: ابوالقاسم (ا) کی اطاعت کر! لہٰذا وہ بچہ مسلمان ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے نکلے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ أَنْقَذَہٗ مِنَ النَّار۔ (بخاری:۱۳۵۶)

کہ تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جس نے اس کو آگ سے بچالیا، یہ حدیث بتارہی ہے کہ بچے پر شفقت ونرمی کی جائے، چاہے وہ بچہ کافر ہی کا کیوں نہ ہو!

بیویوں کے ساتھ آپ مشفقانہ برتاؤ

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ازواج کے ساتھ کس طرح بے تکلف، پر لطف اور دوستانہ تعلقات تھے اسکا اندازہ مندرجہ ذیل واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو دونوں حالتوں کا علم مجھے ہوجاتا ہے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ: یارسول اللہ! کس طرح علم ہوجاتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہوتو "لا وربّ محمد" (محمد کے رب کی قسم) کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو، اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہوتو "لا ورب ابراہیم" (ابراہیم کے رب کی قسم) کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو، اس وقت تم میرا نام نہیں لیتیں؛ بلکہ حضرت ابراہیم کا نام لیتی ہو، حضرت عائشہ نے فرمایا: (یارسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں) نام کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتی۔ (بخاری: کتاب الأدب: باب مایجوز من الھجر ان من عصی، حدیث:۶۰۷۸)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہؓ کے گھر میں تھے اوران کی باری کا دن تھا، حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک حلوہ پکایا اور حضرت سودہؓ کے گھر

پر لائیں اور لا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا، اور حضرت سودہؓ بھی سامنے بیٹھی ہوئی تھیں، ان سے کہا کہ تم بھی کھاؤ، سودہؓ کو یہ بات گراں لگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جب میرے یہاں باری کا دن تھا تو پھر یہ حلوہ پکا کر کیوں لائیں؟ اس لیے انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا، حضرت عائشہؓ نے حضرت سودہؓ کے منہ پر مل دیا، حضرت سودہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں آیا ہے کہ ”جزاء سيئة سيّئة مثلها“ یعنی اگر تمہارے ساتھ کوئی برائی کرے تو تم بھی بدلے میں اسی کے بقدر برائی کرو؛ لہٰذا بدلہ میں تم بھی ان کے منہ پر حلوہ مل دو؛ چنانچہ حضرت سودہؓ نے تھوڑا سا حلوہ اٹھا کر حضرت عائشہؓ کے چہرے پر مل دیا، اب دونوں کے چہرے پر حلوہ ملا ہوا ہے، یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو رہا ہے، اس دوران حضرت عمر کی آمد ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو منہ دھونے کو کہا۔ (مسند ابی یعلی: مسند عائشہ: حدیث:۴۴۷۶، دار المأمون، دمشق، مجمع الزوائد: باب عشرۃ النساء: حدیث: ۷۶۸۳)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکاح ورخصتی کے بعد آپ کے پاس آجانے کے بعد بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ کھیلنے والی میری سہلیاں تھیں، جب حضرت گھر میں تشریف لاتے تو وہ (آپ کے احترام میں کھیل چھوڑ کر) گھر کے اندر چھپتیں تو آپ ان کو میرے پاس بھجوا دیتے اور میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔ (بخاری: باب الانبساط الی النّاس، حدیث: ۵۷۷۹)

عورت پر ظلم وزیادتی کی ممانعت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صنف نازک کو مارنے پیٹنے یا اس کو کسی بھی قسم کی تکلیف دینے سے سختی سے منع فرمایا: تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹنے لگے جس طرح غلام کو

پیٹا جاتا ہے اور پھر دوسرے دن جنسی میلان کی تکمیل کے لیے اس کے پاس پہنچ جائے۔

(بخاری: کتاب النکاح، باب ما یکرہ من ضرب النساء، حدیث:۲۹۰۸)

ایک دفعہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیویوں کے حقوق کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ، اور جب تم پہنو تو اس کو پہناؤ، نہ اس کے چہرے پر مارو اور نہ برا بھلا کہو اور نہ جدائی اختیار کرو، اس کا موقع آ بھی جائے یہ گھر میں ہی ہو۔

(ابوداؤد: کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا، حدیث:۲۱۴۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو مارنے پیٹنے والوں کو خراب لوگ فرمایا: اپنی بیویوں کو مارنے والے اچھے لوگ نہیں ہیں۔ (ابن حبان: باب معاشرۃ الزوجین، حدیث:۱۴۸۹)

اور خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔

(مسلم: باب مباعدتہ، حدیث:۲۳۴۸)

عورت کے حقوق کی رعایت کی تاکید

جس طرح مرد یہ چاہتا ہے کہ بیوی اس کے لیے بناؤ سنگار کرے، اسی طرح مرد کو بھی عورت کے لیے بناؤ سنگار کرنا چاہیے، صاف ستھرا رہنا چاہیے!

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لیے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کے لیے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے؛ چونکہ ارشادِ باری عزوجل ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (البقرۃ:۲۲۸)

اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا حق ان پر ہے دستور کے مطابق) میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ تو میری تمام حقوق کی ادائیگی کرے، حالانکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: باب حق المرأۃ علی الزوج، حدیث:۱۵۵۰۵)

یعنی جس طرح مرد کو ہر اعتبار سے عورت پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح اسے اخلاق کے اعتبار سے بھی اس پر فضیلت ہونا چاہیے۔

ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جیسے مجھے یہ پسند ہے کہ میری بیوی میرے لیے زینت کرے، اسے بھی یہ اچھا لگتا ہے کہ میں اس کے لیے زینت کروں۔ **کما یعجبنی أن تتزین لی زوجتی یعجبھا أن اتزین لھا**۔ (الفتاوی الھندیۃ:۵/ ۲۵۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے

حضراتِ انبیاء اہلِ خانہ کی ضروریات کا خیال کرتے تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں، ان کی بیوی بیمار حالت میں ہیں، انھیں سردی لگی اور وقت کے پیغمبر آگ ڈھونڈنے کے لیے چل پڑے، پرودگار کو پسند آیا اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ تھی، کبھی گھر میں آٹا گوندھ دیتے، گھر کی دیگر ضروریات پوری کرتے، حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں معمولات کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے بتایا کہ: ”اپنے سر سے جوئی نکالتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے، اپنے کپڑے سی لیتے، اپنی خدمت خود کر لیتے، اپنے جوتے سی لیتے اور وہ تمام کام کرتے جو مرد اپنے گھر میں کرتے ہیں، وہ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے ہوتے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا و چھوڑ کر چلے جاتے۔ (ترمذی: باب ماجاء فی صفۃ اوانی الحوض: حدیث:۲۴۸۹)

بچیوں کی پرورش کی فضیلت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رحم وکرم نہ صرف ازواج کے ساتھ مخصوص تھا؛ بلکہ پوری صنف نازک کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین برتاؤ کا حکم کیا، قبل از اسلام عرب میں لڑکیوں ں کو

زندہ درگور کرنے کا رواج تھا، لڑکی کی پیدائش کو باعث ننگ و عار باور کیا جاتا، جیسا کہ قرآن مجید نے خود اس کی منظر کشی کی ہے "وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ، يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ۔ (سورۃ النحل:۵۸)

جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا، لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس برائی کی خوشخبری کے سبب سے جو اسے دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف عورت کو جینے کا حق دیا اور اس کو معاشرہ میں بلند مقام عطا کیا؛ بلکہ عورت کے وجود کو خیر و برکت کا باعث اور نزول رحمت کا ذریعہ اور اس کی نگہداشت اور پرورش کو دخولِ جنت کا ذریعہ بتایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کی دو بیٹیاں ہوں، پھر جب تک وہ اس کے پاس رہیں یا یہ ان کے پاس رہے اور وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو وہ دونوں بیٹیاں اس کو ضرور جنت میں داخل کرا دیں گی۔

(ابن حبان: باب ماجاء فی الصبر والثواب، حدیث:۲۹۴۵)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دو لڑکیوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی وہ شخص اور میں جنت میں اس طرح اکٹھے داخل ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔ یہ ارشاد فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ (ترمذی: باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات والاخوات، حدیث:۱۹۱۴)

حضرت عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے ان بیٹیوں کے کسی معاملہ کی ذمہ داری لی اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ کی آگ سے بچاؤ کا سامان بن جائیں گی۔ (بخاری: باب رحمۃ الولد، حدیث:۵۹۹۵)

عورتوں کی کوتاہیوں سے درگذر کا حکم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے ساتھ بہترین سلوک اور برتاو کا حکم دیا؛ بلکہ اس کی کمی کمزوری اور خاص مزاجی کیفیت کی وجہ سے پیدا ہونے والی تکالیف کو انگیز کرنے کی بھی تاکید فرمائی:

اسی کو اللہ عز وجل نے یوں فرمایا: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ شَيْئاً فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْراً۔ (النساء:۱۹)

اوران عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گذر بسر کرواور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرواور اللہ تعالی اس کے اندر بڑی منفعت رکھ دے۔

اسی کو ایک روایت میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو اس لیے مبغوض نہ رکھے کہ اس کی کوئی عادت ناگوارِ خاطر ہے؛ اس لیے کہ اگر ایک عادت ناپسند ہے تو ممکن ہے کوئی دوسری عادت پسند آجائے۔ (مسلم: باب الوصیۃ بالنساء، حدیث:۱۴۶۹)

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے ساتھ خصوصیت سے رحم وکرم کا معاملہ فرمایا، اس کی صنفی نزاکت کو ملحوظ رکھ کر اس کے ساتھ رحم وکرم کرنے کا حکم دیا، اس پر باراور مشقت ڈالنے سے منع فرمایا، اس پر بے جا سختی سے روکا؛ اس کو قعرِ مذلت سے نکال کر عزت ووقار کا تاج پہنایا، ماں، بہو، ساس، بیوی وغیرہ کی شکل میں اس کے حقوق عنایت کیے، اس کی تعظیم واکرام کا حکم کیا، اس کی پرورش وپرداخت اور اس کی نگرانی اور دیکھ بھال کو جنت کا وسیلہ اور ذریعہ فرمایا، یہ صنف نازک کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کریم کا طرز وعمل تھا۔

مسجد، مدرسہ اور ازواجِ مطہرات کے حجروں کی تعمیر

مدینہ میں قیام کے بعد ماہ ربیع الاوّل میں ہی سب سے پہلے آپ نے مسجد نبوی اور ازواج مطہرات حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

لیے گھر تعمیر کرائے۔ جب مسجد نبوی کی تعمیر تقریباً مکمل ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا اور مکہ سے ہجرت کر کے آنے وال ۵۴ مہاجرین اوران انصار مدینہ کے مابین مواخات قائم کرتے ہوئے ایک انصاری اور ایک مہاجر کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی (۲۲) ہو، اور پھر آپ نے اسی سال اسلام کا پہلا مدرسہ صفہ قائم فرمایا۔ صفہ سائبان کو کہتے ہیں، یہ سائبان مسجد نبوی کے ایک کنارے پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو دن بھر آپ سے احادیث سنتے تھے، رات کو یہیں آرام فرماتے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۶۳۴ تا ۴۷)

اسی سال آپ نے ایک منشور تیار کیا جس میں مہاجرین و انصاری کے علاوہ ان یہود و مشرکین کو بھی شامل کیا گیا جو اس وقت مدینہ میں آباد تھے، جس کا مقصد بلا امتیاز مذہب وقوم کے اندرونی و بیرونی خطرات سے نمٹنے کے لیے ایک اتحادی عمل کی ترویج تھی، اس معاہدہ کو میثاق مدینہ کہا جاتا ہے، اسی سال ماہ شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی (جن کا نکاح آپ سے پہلے ہو چکا تھا) رخصتی ہوئی، اس سال آپ نے دو سریےّ روانہ فرمائے، سریہ جہاد کے اس دستے کو کہا جاتا ہے جس میں آپ نے خود شرکت نہ فرمائی ہو، بلکہ اپنے کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس دستے کا امیر مقرر کر کے روانہ فرمایا ہو، خواہ جنگ کی نوبت آئی ہو یا نہیں، نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ دستہ جنگ ہی کی نیت سے روانہ کیا گیا ہو۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۴۵۹)

غصے اور گالی گلوچ سے بچنے کا نبوی ؐ طریقہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں غصے اور گالی گلوچ سے بچنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔
حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے سامنے گالی گلوچ کیا تو ان میں سے ایک شخص کی آنکھیں غصہ کے مارے لال پیلی ہو گئیں اور اس کی باچھیں پھولنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیشک میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے کہے تو اس کا غصہ جاتا رہے اور وہ کلمہ **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ** ہے''۔

خلاصہ کلام: ہمارے معاشرے میں گالی گلوچ کا استعمال زیادہ سے زیادہ ہوتا جارہا ہے اور لوگوں نے گالی کو کئی طرح سے اپنی گفتگو کا حصہ بنالیا ہے۔ (۱) بعض لوگوں نے گالی کو اپنی عادت بنالیا ہے کہ ہر بات پر گالی دینا ان کی گفتگو کا لازمی حصہ ہے اور اس کے بغیر ان کی گفتگو پوری نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو اگر گالی سے روکا جائے تو وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ گالی ہماری عادت بن گئی ہے، اس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ (۲) بعض لوگ مزاحاً گالی دیتے ہیں اور سننے والی کی غیرت بھی شاید مزاح میں ''مر'' جاتی ہے اور اس طرح مزاح میں گالی دینے سے کسی کا کوئی عیب محسوس نہیں ہوتا نہ گالی دینے والے کو نہ اسے جسے گالی دی جارہی ہے۔ حالانکہ ماں بہن کی گالی پر انسان کا غصے میں آنا فطرتی بات ہے۔ (۳) بعض لوگ غصے کی حالت میں گالی گلوچ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اگر ان سے گالی نہ دینے کی بات کی جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم سے کنٹرول نہیں ہوتا حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے کو کنٹرول کرنے کا طریقہ بتایا ہے جو ماقبل بیان ہو گیا ہے۔ (۴) بعض لوگ گالی دینے کو اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے ملازموں کو گالی نہ دیں تو وہ کام نہیں کرتے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملازم کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔

الغرض! ہمارے معاشرے میں گالی عام گفتگو کا حصہ بنتی جارہی ہے اور لوگ اس طرف توجہ نہیں دیتے کہ یہ گالی گلوچ فساد کی جڑ اور بدترین گناہ ہے جسے کسی بھی طور پر اپنی گفتگو کا حصہ بنانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ رکھے۔

بیویوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و ہمدردی اور نیک برتاؤ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔'' بخاری ومسلم کی حدیث ہے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی بچیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی اور یہ بچیاں میری سہیلیاں تھیں ایسے میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو میری سہیلیاں (احتراماً) چھپ جاتیں پھر سرکار ان کو کھیلنے کیلئے میرے پاس بھیجتے پھر وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔ (مشکوٰۃ)

سبحان اللہ !ادائے نبوت پر قربان جایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور ادا سماعت فرمائیں، یہ بھی صحیحین کی روایت ہے ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے کے سامنے کھڑے ہوتے اور حبشی بچے مسجد کے صحن میں چھوٹے نیزوں سے کھیلتے، میں بڑے شوق سے ان کا یہ کھیل دیکھتی اور سرکار اپنی چادر سے میرا پردہ کرتے اور میں حضور کے کان اور بازو کے بیچ میں چھپ کر ان کا کھیل دیکھتی، حضور میری خاطر کھڑے ہی رہتے یہاں تک کہ میں ہی پلٹتی اور میرے حضور فرماتے اب بس کرو، پھر خود ہی فرماتی ہیں آپ خود اندازہ کرسکتے ہیں ایک کم عمر لڑکی جو کھیل دیکھنے کی شوقین تھی، حضور اس کی کتنی قدر فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

بیوی کے ساتھ محبت والفت کی یہ ایک ایمان افروز مثال ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات رسالت کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کیلئے کتنے قیمتی تھے اس کا کوئی بھی اندازہ کرسکتا ہے مگر اتنا قیمتی وقت ام المومنین کی دلجوئی کیلئے صرف فرماتے۔

اور ہمارا یہ حال ہے کہ شادی کے شروع ایام میں بیوی سے بات چیت کرنے کے لئے تو بڑے وقت رہتے ہیں مگر جیسے جیسے شادی سے بعد ہوتا جاتا ہے اسی قدر بیوی سے محبت میں کمی آجاتی ہے اور کام اور دھندوں میں اس طرح لگتے ہیں کہ بیوی کے حقوق تک کا خیال نہیں رکھ پاتے لیکن ظاہر ہے جتنی مصروفیات اور مشغولیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رہا کرتی تھی اتنی مصروفیات ہم کو نہیں رہتی ہے اس لئے بیوی کی دلجوئی اس کی ناز برداری ہم کو کرنی چاہئے اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت، شادی کا فائدہ اور اس کی حکمتیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ۔ نکاح میری سنت ہے اللہ رب العزت نے انسان بلکہ تمام حیوانات میں بھی خواہشات رکھی ہیں جس کو پورا کرنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر اس دنیا میں بھیجا انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے جنات وشیاطین یہاں بسا کرتے تھے آسمان وزمین چاند سورج ستارے سبھی چیزیں تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی شیطان وجنات اور فرشتے کو اپنا خلیفہ اور نائب نہیں بنایا اپنا خلیفہ اور نائب جب بنانا ہوا تو انسان کو پیدا فرمایا اور اس کے اندر خواہشات وجذبات بھی ودیعت کردیا اچھائی اور برائی دونوں چیزوں کی رہنمائی کردی۔ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰاھَا۔ پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری کا اس کو القا کردیا اب ایک شخص جو اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ بن کر دنیا میں آیا ہے اس کے لئے کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ ان تقاضوں کو چھوڑ کر زندگی گزارے اگر حیوانات کی طرح ہی وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کرے تو انسان اور جنوں میں فرق کیا رہ گیا شریعت مطہرہ نے جس کا ایک ایک حکم فطرت انسانی کے عین تقاضوں کے مطابق ہے شادی کے لئے اصول وضوابط مقرر کردیئے ہیں جب ہم شادی کریں تو ان اصولوں کا ضرور خیال رکھیں جن اصولوں

کوحضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں ایک حدیث میں آتا ہے خَیرُ النِّکَاحِ ایسرہٗ سب سے بہتر نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہوایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَعْظَمُ النِّکَاحِ بَرْکَۃً اَیْسَرُہٗ مَؤُنَۃً ۔سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔(خطبات حبان جلد ہفتم ص/ 41)

نکاح اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہوتو جنت کے حصول کا ذریعہ ہے

اصل چیز ہے انسان کا اپنے آپ کو گناہوں سے بچا کر اللہ کے حکموں پر عمل کرنا ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوا فُرُوْجَھُم۔

اے ہمارے حبیب مومنین سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی کرلیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں عموماً دنیا میں جو بھی فساد برپا ہوتے ہیں ان کے تین اسباب ہوا کرتے ہیں زر، زمین، زن یعنی روپیہ پیسہ زمین جائیداد اور عورت اس روئے زمین پر جو سب سے پہلے ناحق قتل ہوا وہ عورت ہی کی وجہ سے ہوا ایک شخص اپنی خواہشات کو غلط طریقہ سے پورا کرنے کے لئے اپنے حقیقی اور سگے بھائی کا خون کردیتا ہے جب کہ خواہشات کی تکمیل ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو ہر طرح کے غلط طریقوں پر آمادہ اور تباہ کردیتی ہے حتی کہ بعض لوگ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے نوجوانوں کی جماعت تم میں جو شخص شادی کی طاقت رکھتا ہے یعنی مہر اور نان نفقہ کا انتظام کرسکتا ہے تو وہ ضرور شادی کرے اسلام سے پہلے لوگ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے کئی کئی شادیاں کرلیتے جس کے لئے نہ کوئی قید تھی نہ پابندی لیکن آج کل کا زمانہ اس سے کہیں اچھا نہیں ہے بلکہ بدکاری اور زناکاری تو عام ہوتی جارہی ہے جس کی سب سے بڑی وجہ بے پردگی اور عریانیت اور شادی میں فضول خرچی اورا

سراف اگر پردے کا خیال کیا جائے اور شادیاں بکثرت ہوں فضول خرچی کم کریں تو بہت حد تک برائیوں پر کنٹرول ہوسکتا ہے اور صالح اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور گناہوں سے بچ کر انسان نیک زندگی گزار سکتا ہے جس کے نتیجہ میں دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے اور ہمیشگی کی جنت کا حقدار و مستحق بن سکتا ہے۔ (خطبات حبان جلد ہفتم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے قرض بھی ادا ہو گیا، کھجوریں بھی کم نہ ہوئیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور ان پر بہت سا قرض واجب الادا تھا۔ انہیں کھجور کا باغ ورثہ میں ملا تھا، اب اس کے پھل توڑنے کا وقت آیا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے وہ اپنے پیچھے بہت سا قرض چھوڑ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد کے قرض خواہوں سے بات کر کے یا تو قرض معاف کرا دیں یا قرض کی ادائیگی کے لئے مجھے مہلت دلوا دیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد کے قرض خواہوں سے بات کی مگر وہ نہ تو قرض معاف کرنے پر آمادہ تھے اور نہ قرض کی ادائیگی کے لئے مزید مہلت دینے پر تیار تھے۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''جاؤ اور کھجوروں کو اقسام کے لحاظ سے چھانٹ کر ہر ایک قسم کی کھجوروں کا الگ الگ ڈھیر لگا دو۔ اس کے بعد مجھے بلا لینا''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہر ایک قسم کی کھجوروں کی الگ الگ ڈھیریاں لگا دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کر دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور کھجوروں کی ڈھیریوں پر دست مبارک پھیرنے کے بعد ان کے درمیان بیٹھ گئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ، قرض خواہوں کو بلا لاؤ!''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے قرض خواہوں کو بلا لائے۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''ان کھجوروں کو تول تول کر قرض خواہوں کو دیتے جاؤ''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے قرض خواہوں کو کھجوریں دینی شروع کیں۔ یہاں تک کہ تمام قرض خواہوں کا قرض ادا ہو گیا اور وہ اپنے والد کے بار امانت سے سبک دوش ہو گئے۔ وہ تو اپنے دل میں اس پر بھی راضی تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے والد کا قرض ادا کر دے خواہ ان کے لئے ایک کھجور بھی نہ بچے مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے کھجوروں کی وہ تمام ڈھیریاں اسی طرح پوری کی پوری موجود تھیں جیسے ان میں سے کسی نے ایک کھجور بھی نہ لی ہو۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے اور اراشی کو ساتھ لئے ہوئے ابوجہل کے گھر پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے آواز آئی۔

''کون۔۔۔؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ باہر آؤ میرے پاس!''

اندر سے ابوجہل باہر نکلا تو خوف سے اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس شخص کا حق فوراً اسے دے دو!''

خوفزدہ اور حیرت واستعجاب میں ڈوبے ہوئے ابوجہل نے اسی وقت اراشی کو اس کے اونٹوں کی قیمت ادا کر دی۔ اراشی خوشی سے پھول نہ سمایا۔ اس نے واپس آ کر سرداران قریش کو سارا ماجرا سنایا۔ تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ تو کسی اور ہی بات کی توقع کر رہے تھے۔

اراشی اپنے اونٹوں کی قیمت لے کر چلا گیا تو تھوڑی دیر کے بعد ابوجہل سرادران قریش کی اس مجلس میں آ بیٹھا۔ اسے دیکھتے ہی انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا: ''بدبخت! تجھے کیا ہو گیا۔۔۔؟ ہم نے آج تک تجھے ایسا نہیں دیکھا جیسا آج تو نے کیا''۔

ابوجہل نے جواب دیا:

''کم بختو! بات یہ ہے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو رعب اور ہیبت سے میری حالت ایک پتلے کی سی ہو گئی تھی''۔

(سیرۃ ابن ہشام، البدایہ والنہایہ جلد سوم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حضرت سعد بن ابی وقاص کا نشانہ درست ہو گیا

غزوۂ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھے تھے اور کفار پر تیر چلا رہے تھے۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

''یا اللہ! اس کا نشانہ درست کر دے اور اس کی دعا قبول کر لے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک تو ایسے ماہر تیرانداز بن گئے کہ وہ جو تیر پھینکتے کبھی خطا نہ جاتا تھا دوسرے ایسے مستجاب الدعوات بن گئے کہ جو دعا کرتے، وہ قبول ہوتی تھی۔ (بخاری ومسلم)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوجہل اس کا حق فوراً اسے دے دو تو ڈر سے اس نے دے دیا

ایک مرتبہ اراشی نام کا ایک بدو کچھ اونٹ لے کر فروخت کرنے کے لئے مکہ میں آیا۔ ابوجہل نے اس کے اونٹ خرید لئے مگر قیمت ادا کرنے سے حیلے بہانے کرنے لگا۔ اراشی اونٹ تو ابوجہل کے حوالے کر چکا تھا۔ اب وہ ان اونٹوں کی قیمت نہ حاصل کر سکا تو قریش کے مختلف سرکردہ لوگوں کے پاس گیا اور ابوجہل کی دھوکہ دہی کا خیال سنایا اور بڑی دردمندی کے ساتھ کہا ''اے سرداران قریش! میں ایک بے وطن مسافر ہوں۔ یہاں میرا حق مارا گیا ہے۔ میرے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ تمہارے ابوالحکم بن ہشام نے میرا حق دبا لیا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اس سے میرا حق دلوا سکے؟''

سرداران قریش نے اراشی کی ساری بپتا سنی تو انہیں معلوم ہو گیا کہ ابوجہل نے اس شخص کے ساتھ ظلم کیا ہے مگر ان میں سے کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ابوجہل کے طرف اٹھ کھڑا ہو۔ ان میں سے ایک نے بات ٹالنے کیلئے اراشی سے کہا۔

''وہ دیکھو! وہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں ان کے پاس جاؤ۔ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جو تمہارا حق دلوا سکے''۔

یہ مشورہ دیانت داری کی بناء پر نہیں بلکہ مذاق اور استہزاء کی نیت سے دیا گیا تھا، مگر اراشی کو یہ بات کیسے معلوم ہو سکتی تھی۔ وہ ستم رسیدہ سیدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اپنا ماجرا بیان کیا اور دستگیری کا طالب ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری بات سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''میرے ساتھ آؤ''۔

سرادارن قریش انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔

مسجد نبویؐ درسگاہ بھی تھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ایک مدرسہ تھی جس میں صحابہ کرام نے قرآن کریم اور سنت نبویؐ کی تعلیم حاصل کی ۔ جو اسلام، اس کے احکام و شرائع ، اخلاق حمیدہ اوران تمام بنیادی باتوں کی اساس ہے جن پر اسلام کا وجود قائم ہے۔ (ملفوظات حبیب الامت جلد اول)

دو دلچسپ نبوی واقعات

ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، حضرت ابوبکر صدیق ؓ و حضرت عمر فاروق ؓ و حضرت عثمان ذوالنورین ؓ کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے دولت خانہ پر تشریف فرما ہوئے ، حضرت سیدنا علی ؓ نے فوری طور پر خاطر و مدارت کا اہتمام کیا اور ایک روشن طشت میں نہایت نفیس شہد بھر کر پیش کیا ، اتفاق سے اس شہد میں ایک بال پڑا ہوا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا اور صحابہ کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

یہ طشت و شہد جس میں ایک بال بھی نظر آ رہا ہے بعض حقائق و معارف کی تشریح چاہتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے ہر شخص اپنے زورطبع سے اس کے متعلق بیان کرے۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! دین دار آدمی اس طشت سے زیادہ روشن اور ایمان اس کے دل میں شہد سے زیادہ شیریں اور ایمان کا آخر تک ساتھ لے جانا اس بال سے زیادہ باریک ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہی اس طشت سے زیادہ روشن، اور حکمرانی شہد سے زیادہ شیریں ہے، لیکن حکومت میں عدل وانصاف کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمِ دین اس

طشت سے زیادہ روشن، اور علمِ دین کا پڑھنا شہد سے زیادہ شیریں اور علم پر عمل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

حضرت سیدنا علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہمان اس طشت سے زیادہ روشن، خدمتِ مہمان شہد سے زیادہ شیریں ہے، لیکن مہمان کی دلنوازی اور خوشنودی حاصل کرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بیانات سماعت فرمانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کی طرف پردہ میں متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا بیٹی! تم بھی کچھ کہو! حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عورتوں کے حق میں حیا اس طشت سے زیادہ روشن اور چادر عورتوں کے منہ پر شہد سے زیادہ شیریں اور خود کو نگاہ غیر محرم سے بچانا بال سے زیادہ باریک ہے۔

اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں بھی اس بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں سنو! معرفتِ الٰہی اس طشت سے زیادہ روشن اور معرفت سے آگاہی شہد سے زیادہ شیریں ہے، لیکن اس کو اپنے دل میں محفوظ رکھنا بال سے زیادہ باریک ہے۔

ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہونے پائی تھی کہ دروازہ پر ایک اعرابی نے آواز دی اور حاضری کی اجازت طلب کی، اجازت ملی اور نو وارد شخص حاضر ہوا یہ جبرئیل علیہ السلام تھے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہِ خدا اس طشت سے زیادہ روشن ہے اور اس راہ میں چلنا شہد سے زیادہ شیریں ہے، لیکن آخر تک اس راہ پر قائم رہنا بال سے زیادہ باریک ہے، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور حق سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہشت اس طشت سے زیادہ روشن ہے، اور بہشت کی نعمتیں اس شہد سے زیادہ شیریں ہیں، لیکن پل صراط سے گذرنا بال سے زیادہ باریک ہے۔ (کنز المعارف)

تین پسندیدہ اعمال

ایک روز نبی اکرم ﷺ ایک مجلس میں اپنے جلیل القدر صحابۂ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے، دورانِ گفتگو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا:

اے ابوبکر صدیقؓ ! اِس دنیا میں آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے زیادہ پسندیدہ تین چیزیں کونسی ہیں؟

آپؓ نے جواب میں نہایت عقیدت سے عرض کیا:

حضور ﷺ ! مَیں یہ پسند کرتا ہوں کہ:

ا۔آپ ﷺ کے درمیان بیٹھا رہوں ۔ ۲۔آپ ﷺ کا دیدار کرتا رہوں ۔ ۳۔اپنا تمام مال آپ ﷺ پر خرچ کردوں۔

پھر حضور ﷺ نے رخِ انور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب کرتے ہوئے اُن کی تین پسندیدہ چیزوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ ! مَیں یہ پسند کرتا ہوں کہ:

ا۔نیکی کا حکم دوں، اگرچہ سرسری طور پر ہی کیوں نہ ہو- ۲۔برائی سے روکتا رہوں، اگرچہ سرِ عام ہو- ۳۔حق بات کہوں، اگرچہ سننے والوں کو کڑوی لگے۔

اور پھر حضورِ اکرم ﷺ نے حیا کے پیکر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُن کی تین پسندیدہ چیزوں کے متعلق دریافت فرمایا: حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے:

آقائے دوجہاں ﷺ ! مَیں تین چیزیں بیحد محبوب رکھتا ہوں:

۱۔لوگوں کو کھانا کھلانا-۲۔اسلام کا پیغام پھیلانا-۳۔رات میں ایسے وقت پر نماز پڑھنا، جب سب لوگ نیند کی آغوش میں ہوں۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اُن کی تین پسندیدہ چیزوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت علیؓ یوں گویا ہوئے:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مجھے یہ تین چیزیں بہت عزیز ہیں:

۱۔مہمان نوازی کرنا-۲۔گرمی کے موسم میں روزے رکھنا۔۳۔دشمن پر تلوار سے وار کرنا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اُن کی تین پسندیدہ چیزوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت ابوذر غفاریؓ نے جواب دیا:

اے اللہ کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! مَیں دنیا میں جو تین چیزیں پسند کرتا ہوں وہ یہ ہیں:

۱۔بھوک۔۲۔بیماری۔۳۔موت۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے اِن چیزوں کی پسندیدگی کا سبب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا:

حضور! مجھے بھوک اِس لیے عزیز ہے کہ اِس کے ذریعے میرا دِل نرم ہوتا ہے۔

بیماری اِس لیے محبوب ہے کہ اِس کے ذریعے میرے گناہ معاف ہوتے ہیں

موت اِس وجہ سے پسند ہے کہ اِس کے ذریعے مَیں اپنے پروردِگار سے جاملوں گا۔

اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے لیے تمہاری دنیا سے تین چیزیں پسند کروائی گئی ہیں:

۱۔خوشبو۔۲۔نیک عورتیں۔۳۔میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔

اِسی اثناء میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے اور فرمانے لگے:

اے محبوبِ رب! میری تین پسندیدہ ترین چیزیں یہ ہیں: ۱۔پیغام کو پہنچانا۔۲۔امانت کو ادا کرنا۔۳۔مساکین سے محبت کرنا۔

پھر حضرت جبرئیل آسمانوں کی جانب لوٹ گئے لیکن کچھ ہی لمحوں بعد دوبارہ زمین پر واپس تشریف لائے اور فرمایا:

اے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ رب العزت آپ کو سلام کہتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ رب العزت کو آپ کی اس دنیا سے تین چیزیں بہت پسند ہیں:

۱۔ ایسی زبان جو اللہ کی یاد سے تر ہو۔ ۲۔ ایسا دِل جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ ۳۔ ایسا جسم جو مصائب اور آزمائشوں میں صبر کرنے والا ہو۔ (صحیح اسلامی واقعات)

جانوروں کے ساتھ نبی اکرم کا کریمانہ برتاؤ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحیمی وکریمی نہ صرف یہ کہ انسانوں کے ساتھ مخصوص تھی؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمۃ للعالمین کی وسعت نے جانوروں کے حقوق کے لئے بھی جدوجہد کی اور ان کو اپنے رحم وکرم کے سایہ سے حصہ وافر عطا کیا، جانوروں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برتاؤ، ان کے حقوق کے ادائیگی کی تاکید اور ان کے ساتھ بہترین سلوک کی دعوت کی روشنی میں اپنے جانوروں کے ساتھ برتاؤ کا بھی جائزہ لیں کہ کیا ہمارا جانوروں کے ساتھ وہی برتاؤ ہے جس کی تاکید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے، یا ہم جانوروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیکر عذاب اور وعیدوں کے مستحق بن رہے ہیں؟ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اللہ عزوجل نے چھوٹے سے لیکر بڑے جانور تک کو ہمارے تابع اور زیر دست کردیا ہے، ایک چھوٹا سا بچہ ایک بڑے اونٹ کی مہار تھامے لئے ہوئے چلا جاتا ہے، یہ بس اللہ عزوجل کی کرم فرمائی اور انسانیت کے ساتھ اس کا فضل ہے کہ ایک بڑے سے جانور کو ایک چھوٹا بچہ بھی اپنے تابع کئے رہتا ہے، ورنہ یہ ضعیف اور ناتواں انسان کی کیا حیثیت کہ وہ اس قدر بڑے اور قوی ہیکل، تن من میں اس سے کئی کئی گنا بھاری بھر کم ڈیل اور جسم وجثہ کے مالک جانوروں کو رام کرسکے؟۔

جانوروں کی اہمیت اوران کی خوبیوں اور خصوصیات کو بتلانے کے لئے یہ بتلا دینا کافی ہے کہ قرآن کریم نے متعدد جانوروں اور حیوانات کا تذکرہ کیا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ کئی ایک سورتیں جانوورں کے نام سے موسوم ہیں، جیسے:

سورۂ بقرہ (گائے)۔سورۂ انعام (چوپائے)۔سورۂ نحل (شہد کی مکھی)۔سورۂ نمل (چیونٹی)۔سورۂ عنکبوت (مکڑی)۔سورۂ فیل (ہاتھی)۔

اور ایک جگہ اللہ عز وجل نے جانوروں کے فوائد وخصائص اوران کے منافع کو یوں بیان کیا :''اوراس نے چوپائے پیدا کئے، جن میں تمہارے لئے گرم لباس ہیں اور بھی بہت سے منافع ہیں اور بعض تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں، ان میں تمہاری رونق بھی ہے، جب چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے لے جاؤ تب بھی، اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا لے جاتے ہیں کہ تم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے مگر مشقت سے، یقیناً تمہارا رب بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے''۔(سورۂ نحل)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جانوروں کی صفات حمیدہ اوران کے معنوی اور اخلاقی خوبیوں کے حامل ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ احسان اور سلوک کا حکم کیا ہے، گھوڑے کے تعلق سے فرمایا:''گھوڑے کے ساتھ روز قیامت تک خیر وابستہ ہے''۔

اور ایک روایت میں فرمایا:''اونٹ اپنے مالک کے لئے عزت کا باعث ہوتا ہے اور بکری میں خیر وبرکت ہے''۔

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مرغ کو گالی نہ دو، اس لئے کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے''۔(ابوداؤد شریف)

جانوروں کے ساتھ احسان وسلوک اجر وثواب کا باعث

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ احسان کا حکم دیا اوراس کو اجر وثواب کا

باعث بتلایا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک بدکار عورت کی بخشش صرف اس وجہ سے کی گئی کہ ایک مرتبہ اس کا گزر ایک ایسے کنویں پر ہوا جس کے قریب ایک کتا کھڑا پیاس کی شدت سے ہانپ رہا تھا، اور قریب تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہو جاتا، کنویں سے پانی نکالنے کو کچھ تھا نہیں، اس عورت نے اپنا چرمی موزہ نکال کر اپنی اوڑھنی سے باندھا اور پانی نکال کر اس کتے کو پلایا، اس عورت کا یہ فعل بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوا، اور اس کی بخشش کر دی گئی۔

ایک شخص نے کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنے حوض میں پانی بھرتا ہوں اپنے اونٹوں کو پلانے کے لئے، کسی دوسرے کا اونٹ آ کر اس میں سے پانی پیتا ہے، تو کیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر تر جگر رکھنے والے میں اجر و ثواب ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کیساتھ بدسلوکی کرنے والوں کو سزا کی وعید سنائی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید اور بدسلوکی کو عذاب وعقاب اور سزا کی وجہ گردانا اور انتہائی درجہ کی معصیت اور گناہ قرار دیا اور انسانی ضمیر جھنجھوڑنے والے سخت الفاظ استعمال فرمائے، چنانچہ حضرت امام بخاریؒ نے روایت نقل کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایک عورت کو اس لئے عذاب دیا گیا کہ وہ بلی کو باندھے رکھتی، نہ کھلاتی نہ پلاتی، اور نہ اس کو چھوڑ دیتی کہ چر چگ کر کھائے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

ایک گدھا گذرا، جس کے منہ پر داغا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا: ''اس شخص پر لعنت ہو جس نے اس کو داغا ہے''۔ (مسلم شریف)

اور ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے اور داغنے سے منع فرمایا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ غیلان بن جنادۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اونٹ پر آیا جس کی ناک کو میں نے داغ دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے جنادہ! کیا تمہیں داغنے کے لئے صرف چہرے کا عضو ہی ملا تھا، تم سے تو قصاص ہی لیا جائے''۔

جانوروں کو لڑانے، چھیڑخوانی کرنے پر آپؐ کی ممانعت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ گھریلو جانوروں کے ساتھ بدسلوکی اور بے جا مار پیٹ کی ممانعت کی، بلکہ غیر پالتو جانوروں کو بھی بے جا پریشان کرنے اور چھیڑخوانی کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو ایک دوسرے پر شکار (یعنی آپس میں لڑانے) سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی شریف)

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ایک مرتبہ ہم لوگ رسولؐ کے ہمراہ سفر میں تھے جب ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک حمرہ کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے ہم نے ان دونوں کو پکڑ لیا، اس کے بعد حمرہ (ایک قسم کی چڑیا) آئی اور اپنے بچوں کی گرفتاری پر احتجاج شروع کیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حمرہ کو

اس طرح بیتاب دیکھا تو فرمایا کہ کس نے اس کے بچوں کو پکڑ کر اس کو مضطرب کر رکھا ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کردو۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کا گزر قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے ہوا جو کسی پرندہ یا مرغی کو نشانہ بنا رہے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو دیکھا تو وہ وہاں سے منتشر ہو گئے اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے، جو کسی جاندار چیز کو باندھ کر اس پر نشانہ لگائے۔

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپایوں کے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

مذبوح جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کئے جانے والے جانوروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی: ''جب تم ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، اپنی چھری کو تیز کرلو، اور جانور کو آرام دو''۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جانور کے ساتھ احسان اور بھلائی یہ ہے کہ اس کو مذبح تک کھینچ کر نہ لے جایا جائے۔

فقہاء نے ذابح کو ذبیحہ کے سامنے چھری تیز کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اس کو بری طرح سے لٹانے سے منع کیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور اپنی چھری کو تیز کرنے لگا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اس کو دو موت سے مارنا چاہتے ہو، کیوں تم نے اپنی چھری کو اس کو لٹانے سے پہلے تیز نہیں کرلیا؟''۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! جب میں بکری کو

ذبح کرتا ہوں تو مجھے اس پر رحم آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم بکری پر رحم کرتے ہو تو خدا تم پر رحم کرے گا''۔

حضرت حیین بن عطا سے مروی ہے فرمایا: ''ایک قصاب نے بکری کو ذبح کرنے کے لئے اس کے کوٹھے کا دروازہ کھولا، تو وہ بھاگ پڑی، اس نے اس کا پیچھا کیا اور اس کو اس کے پیر سے کھینچ کر لانے لگا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اے قصاب! اس کو نرمی سے کھینچ لاؤ۔

تکلیف دہ جانوروں کو مارنے میں آپ نے احسان کا حکم فرمایا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موذی اور تکلیف دہ جانوروں کو مارنے کا حکم ضرور دیا ہے مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ؛ لیکن ان کے مارنے میں بھی احسان اور بھلائی کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اللہ نے ہر چیز میں احسان کرنا فرض کیا ہے، اس لئے جب تم لوگ کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقے سے مارو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔

ایک مرتبہ کسی جانور کے جلانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کس نے جلایا؟ ہم نے کہا ہم نے جلایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ آگ سے تکلیف پہنچائے سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپکلی کو مارنے کا حکم فرمایا ہے لیکن اس کے مارنے میں بھی نرمی اور احسان کا حکم کیا ہے، اس کو ایک ہی وار میں مارے، اس کو متعدد وار میں مارنے پر کم اجر حاصل ہونے کی بات کہی گئی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مار ڈالا تو اس کے لئے اتنی اتنی نیکیاں ہیں، اور جس نے اسے دوسری ضرب سے مارا، اس کے لئے اتنی اتنی نیکیاں

ہیں مگر پہلی دفعہ مارنے والے سے کم اور اگر اس نے تیسری ضرب سے مارا تو اس کے لئے اتنی اتنی نیکیاں ہیں، لیکن دوسری ضرب سے مارنے والے سے کم۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص گرگٹ کو ایک ہی وار میں مار ڈالے، اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی، دوسرے وار میں اس سے کم اور تیسرے وار میں اس سے بھی کم نیکیاں لکھی جائیں گی۔

جانوروں کی سواری کرنے میں بھی حسن سلوک کا خیال رہے

جانور سواری کے لئے ضرور ہیں، یہ حمل ونقل کا ذریعہ بھی ہیں، اسی کو اللہ عزوجل نے فرمایا: ''لترکبوھاوزینۃً'' اس کو تمہارے لئے سواری کا ذریعہ بنایا ہے، ہاں البتہ اس کے ساتھ احسان وسلوک کا حکم کیا ہے، اور اس کے حقوق کی رعایت کی تاکید کی ہے۔

جانوروں پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادیں

جانور پر اس کی طاقت اور قوت سے زیادہ بوجھ لادنا جائز نہیں، اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بات کا علم تھا کہ جو شخص جانور پر اس کی طاقت اور قوت سے زیادہ بوجھ لادے گا، تو اس کو روز قیامت حساب وکتاب دینا ہوگا، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے اونٹ سے کہا: اے اونٹ! تم اپنے رب کے یہاں میرے سلسلہ میں مخاصمہ نہ کرنا، میں نے تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں لادا۔

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی انصاری کے باغ میں داخل ہوئے، اچانک ایک اونٹ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لوٹنے لگا، اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسوں تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کمر پر اور سر کے پچھلے حصے پر ہاتھ پھیرا

جس سے وہ پرسکون ہو گیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو وہ دوڑتا ہوا آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ''اس کو اللہ نے تمہاری ملکیت میں کر دیا ہے، اللہ سے ڈرتے نہیں؟ یہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو، اور اس سے محنت ومشقت کا کام زیادہ لیتے ہو''۔ (ابوداؤد)

حضرت سہل ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے قریب سے گزرے تو دیکھا کہ بھوک وپیاس کی شدت اور سواری وبار برداری کی زیادتی سے اس کی پیٹھ پیٹ سے لگ گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان بے زبان چوپایوں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو اور ان پر ایسی حالت میں سواری کرو جب کہ وہ قوی اور سواری کے قابل ہوں اور ان کو اس اچھی حالت میں چھوڑ دو کہ وہ تھکے نہ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی بیل پر بوجھ ڈالے ہوئے اسے ہانک رہا تھا کہ اس بیل نے اس آدمی کی طرف دیکھ کر کہا کہ میں اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہوں، بلکہ مجھے تو کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، لوگوں نے حیرانگی اور گھبراہٹ میں ''سبحان اللہ'' کہا اور کہا کیا بیل بھی بولتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو اس بات پر یقین کرتا ہوں اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی یقین کرتے ہیں، اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ اور مقصد خلقت کے علاوہ دوسرے کاموں کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ (حیاۃ الصحابہ)

اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

بدکلامی جو تعصب کی وجہ سے بہت زیادہ صادر ہوتی ہے۔ اس کے متعلق ارشاد رسول صلی

اللہ علیہ وسلم ہے: قَالَ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاحِشاً وَ لاَ مُتَفَحِّشاً وَ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ مِنْ خِیَارِ کُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلاَقاً۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بدکلام تھے اور نہ بدکلامی کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں۔ اخلاق کی وجہ سے آدمی بہت ہی متاثر ہوتا ہے ایک یہودی آ رہا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ یہ شخص ایسا ایسا ہے یعنی اچھا آدمی نہیں ہے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو اس کے ساتھ بڑے اچھے اخلاق سے پیش آئے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا: یا رسول اللہ! آپ تو اس کے بارے میں اس طرح فرما رہے تھے اور جب قریب آیا تو اتنے اچھے اخلاق سے پیش آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ بڑا برا ہے وہ شخص جس کے اخلاق کی وجہ سے لوگ دور بھاگیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدکلامی سے کوسوں دور تھے آپ نے بدکلامی کبھی نہیں فرمائی آپ فرمایا کرتے تھے تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ بہتر ہیں۔

تعصب سے حق شناسی و تسلیم حق کا مزاج ختم ہو جاتا ہے

شیطان جب کسی قوم سے بڑے بڑے مظالم اور گناہ کرانا چاہتا ہے تو اس کے اندر دوسرے افراد اور اقوام کے حق میں تعصب اور حسد کے جذبات بھڑکا دیتا ہے۔ یہی اس کی تحریک صدہا برائی کی جڑ ثابت ہوتی ہے اور تعصب میں انسان اس حد تک آگے بڑھ جاتا ہے جہاں بڑے سے بڑے گناہ اور حق تلفی اسے گناہ نہیں دکھائی دیتے۔ بظاہر اسباب کچھ بھی ہو سکتے ہیں مگر اصل نسبت تعصب ہی ہوتا ہے اس کے اندر کبائر گناہ پنہاں ہوتے ہیں۔

مثلاً قرآن کریم میں واقعہ ہابیل و قابیل کا ذکر ہے جس میں قابیل نے ہابیل کا قتل کیا۔ یہ بنی نوع انسان کا پہلا قتل تھا جو حسد، بغض، حق تلفی اور تعصب کی بنیاد پر ہوا۔ اس میں سبب ظاہری

اقلیما کا حسن تھا جو قابیل کی حقیقی بہن تھی یعنی قابیل و اقلیما ایک حمل سے پیدا ہوئے تھے اور ہابیل ولیودا ایک حمل سے، لیودا کم خوبصورت تھی حضرت آدم کو حکم الٰہی تھا کہ ایک ہی حمل کے دو بچوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا اس لئے ہابیل و اقلیما کا نکاح ہوسکتا تھا اس لئے اقلیما سے نکاح کرنے کا حق ہابیل کو تھا یہ بات قابیل کو اچھی نہیں لگی اور اسے ہابیل سے حسد و تعصب ہوا تو اس نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ یہ قابیل کی اپنی خباثت اور اخلاقی بیماری تھی اس میں اقلیما یا اس کے حسن کا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ قابیل کا تعصب ہی تھا جس نے اس کی آنکھوں پر ایسی پٹی باندھی تھی جس کی وجہ سے اس کو دوسرے کا حق دکھائی نہیں دیا۔ تعصب کی سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ وہ انسان کے اندر سے حق شناسی اور حق کو تسلیم کرنے کی صلاحیت ختم کر دیتا ہے۔

آپ اسی سے اندازہ لگائیے کہ انسان تعصب اور حسد کی وجہ سے کیا کچھ نہیں کرسکتا ہے۔ ہابیل نے تو جان دیدی مگر رہتی دنیا تک اس کو نیک نامی کے ساتھ یاد کیا جائے گا اور قابیل کو کوئی بھی اچھا نہیں کہہ سکتا جس نے اپنے بھائی کو قتل کر کے اپنا دست و بازو کمزور کرلیا۔ ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ میں سب سے پہلے عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی مگر اپنے لئے کسی کی انگلی کٹانا پسند نہ کیا بہرحال تعصب بہت بری بلا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور رفعت شان کیلئے طائف سے واپسی پر معراج کا سفر کرایا گیا

جب ہر طرف سے صدمات کے پہاڑ ٹوٹے، لوگوں نے انکار کی حد کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقدری کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو تسلی دی، اور اپنے پاس بلا لیا، آسمانی سفر کروایا، کائنات کے اس سرے تک سیر کروائی جہاں کوئی نہیں پہنچ سکا۔

آسمانی سفر شعبِ ابی طالب اور طائف کی مشقتوں اور صدمات کا انعام ہے گویا اللہ تعالیٰ اپنے لاڈلے حبیب سے یوں کہہ رہے ہیں۔

میرے لاڈلے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! گھبرانے کی ضرورت نہیں، دعوت کی راہ میں یہ حالات ناگزیر ہیں، قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے ہم نمونہ قائم کرنا چاہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ بہت بلند وبالا ہے، یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں جانتے، نہ جانیں، ہم آپ کو اپنے پاس بلا کر دنیا کو آپ کے مقام سے متعارف کرانا چاہتے ہیں، رہتی دنیا تک آپ کا ذکر ہوتا رہے گا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک، پھر وہاں سے آسمانی سیر کروائی، یہ درحقیقت دو سفر ہیں، مسجدِ حرام سے بیت المقدس کا سفر، جس کو اسراء کہا جاتا ہے، اور بیت المقدس سے عالم بالا تک، جس کو معراج کہتے ہیں، کبھی دونوں کو اسراء ومعراج بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور اس کے مقاصد کا قرآن کریم سے ثبوت

اللہ تعالےٰ نے بعثت محمدی کے ابتدائی اور بنیادی مقاصد اور عظیم واساسی فوائد قرآن پاک کی متعدد آیات میں ذکر فرمائے ہیں، اس کا ارشاد ہے:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ۔ (البقرة:۱۵۱)

جس طرح (منجملہ اور نعمتوں کے) ہم نے تمہیں میں سے ایک رسول بھیجے ہیں، جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب (یعنی قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں، اور ایسی باتیں بتاتے ہیں، جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ۔ (آل عمران:١٦٤)

خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے۔

وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (آل عمران:۱٦٤)

اور ان کو پاک کرتے اور خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

اور ارشاد ہے: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (الجمعۃ:۲)

وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

دعوت نبوی اور بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقاصد میں تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفس بڑا اہم مقام رکھتے ہیں اور قرآن کا اسلوب بیان یہ بتاتا ہے کہ حکمت سے مراد بلند اخلاق اور اسلامی آداب ہی ہیں۔ قرآن نے سورہ اسراء میں ان اخلاق و آداب کے اصول اور بنیادی امور ذکر کرنے کے بعد مطلقاً ان کو حکمت سے یاد کیا ہے، ارشاد ہے: ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ۔ (الاسراء:۳۹)

(اے پیغمبر) یہ ان (ہدایتوں) میں سے ہیں جو خدا نے دانائی کی باتیں تمہاری طرف وحی کی ہیں۔

اور حضرت لقمان کی اخلاقی تعلیمات کے تذکرہ سے پہلے ارشاد ہے:

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّـهِ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّـهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ۔ (لقمان۔۱۲)

اور ہم نے لقمان کو دانائی بخشی کہ خدا کا شکر کرو اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو خدا بھی بے پروا اور سزاوار (حمد وثنا) ہے۔

اور راہِ خدا میں احسان جتلائے بغیر خرچ کرنے اور فقر و تنگ دستی سے نہ ڈرنے، اور خدائے تعالیٰ پر توکل واعتماد کرنے کی وصیت کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ۔ (البقرہ۔۲۶۹)

وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے، اور جس کو دانائی ملی، بے شک اسکو بڑی نعمت ملی، اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عظیم مقصد کا جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی، تاکید وحصر کے الفاظ کے ساتھ تذکرہ فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔

میری بعثت ہی اسلئے ہوئی کہ میں مکارمِ اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہونچاؤں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کریمہ کا بہترین نمونہ، اور کامل ترین اسوہ تھے۔

ارشادِ قرآنی ہے:- **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ۔** (القلم۔۴)

اور اخلاق تمہارے بہت عالی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق معلوم کرنا ہو تو قرآن دیکھو۔

یہ حکمت اور تزکیۂ نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بابرکت اور ہم نشینی کا نتیجہ تھی، آپ ہی کے آغوش تربیت، اور دامن عاطفت میں ایک ایسی نسل پروان چڑھی، جو اعلٰی اخلاق اور بہترین صفات سے مزین، اخلاق رذیلہ، برے عادات واطوار، مذموم صفات، نفس کے شرور و فتن، جاہلیت کے اثرات، اور شیطان کے مغالطوں سے محفوظ تھی، اور خود قرآن ان کی استقامت، صلاح، اور تہذیب اخلاق وتزکیہ نفس کے بلند مقام پر فائز ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ۔

اور جان لو کہ تم میں خدا کے پیغمبر ہیں، اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں، تو تم مشکل میں پڑ جاو، لیکن خدا نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا، اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا، کفر اور گناہ اور أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ﴿۷﴾ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ (الحجرات: ۸)

نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا، یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔ خدا کے فضل اور احسان سے، اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

زبان نبوت نے بھی اس کی شہادت دی ہے۔ آپ نے فرمایا:

خیر الناس قرنی۔ سب سے اچھے لوگ میرے دور کے لوگ ہیں۔

صحابی جلیل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بڑی بلاغت کے ساتھ جماعت صحابہ کا تعارف کرایا ہے۔ مختصر لیکن ہمہ گیر اور معنی خیز الفاظ میں ان کا اس طرح اعتراف کیا ہے:

ابر الناس قلوباً، و اعمقهم علماً، و اقلهم تکلفًا۔

دل کے پاک، علم کے گہرے، تکلفات سے بری۔

وہ اسلام کی فصل بہار، نبوت کی آدم گری و مردم سازی کا نمونہ اور تربیت وتزکیہ نبوی کا اعجاز تھے۔ (اسوۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص/79)

سحر، ساحرین، جنات اور شیاطین سے نجات کا مجرب نسخہ

سلسلہ کے تمام حضرات اس مضمون کو بار بار پڑھ کر حرزِ جان بنالیں اور پورا پورا استفادہ کریں۔

﴿حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نہایت قیمتی ملفوظات﴾

﴿جنات کیسے بھاگتے ہیں؟﴾

فرمایا: سالک طریقت کی پیشانی کے نور سے مومن جنات گرویدہ ودیگر جنات وشیاطین بھاگ جاتے ہیں، یہ نور ازلی ہوتا ہے، ہر پریشانی میں موجود ہوتا ہے، لیکن مستور ہوتا ہے، نفس کی کدورت کی جھلی اس نور کو محجوب کئے ہوتی ہے۔

نفس جب کدورت سے پاک ہوتا ہے تو یہ نور منور ہو جاتا ہے، جگمگا اٹھتا ہے، ورنہ کسی اور طرح یہ حجاب نہیں اٹھ سکتا، بھاویں سوسو حیلے کرو، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال جنات وشیاطین کو جلا دیتا ہے، کوئی بھی تاب نہیں لاسکتا۔

﴿قرآن شریف شیطان کو کیسے جلاتا ہے﴾

فرمایا: سالک جب قرآن شریف کی تلاوت میں محو ہوتا ہے قرآن مجید کے نور کے جلال سے ہمزات شیاطین لاغر نحیف اور بے بس ہوکر توبہ توبہ کرنے لگتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کے نور کا جلال شیطان کو جلا دیتا ہے، تلاوت قرآن، نماز، ذکر ان تینوں میں ہر مرض سے کلی شفاء ہے، ان تینوں کی کثرت مساوی ہو یہی سلف صالحین کا نسخۂ کیمیا ہے۔

شیطان سے بچنے کا ہتھیار

فرمایا: دیکھئے بیت اللہ، اللہ تعالیٰ کا گھر ہے ابرہہ نے چاہا تھا کہ اس گھر کے اوپر قبضہ

جمائے، اللہ تعالی نے ابابیلوں کو مسلط کر دیا، انہوں نے کنکریاں مار مار کر اس کے پورے لشکر کو کھائے ہوئے بھس کی طرح بنا دیا، بالکل اسی طرح انسان کا دل اللہ تعالی کا گھر ہے، اگر شیطان اس کی طرف قدم بڑھانا چاہے تو آپ لا الہ الا اللہ کی ضربوں سے اور اللہ اللہ کے الفاظ سے اس کے اوپر پتھروں کی بوچھاڑ کیجئے، پھر دیکھئے کہ اللہ آپ کو شیطان سے محفوظ فرمالیں گے اور قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی نے ارشاد فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ۔ (سورہ الاعراف، آیت:201)

ترجمہ: بلا شبہ جنہوں نے تقوی اختیار کیا جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال بھی ان کو چھوتا ہے تو وہ اللہ کا ذکر کر لیتے ہیں تو ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔



شجرہ : سلسلۂ چشتیہ منظومہ: حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی

سلاسل اربعہ کے مشائخ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ مشائخ کا شجرہ انفرادی اور اجتماعی طور پر پڑھنے سے مصائب دور، مسائل حل اور مقاصد پورے ہوتے ہیں، اسلئے باجازت شیخ اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز بیعت

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز: حضرت حاذق الامت مولانا ذکی الدین صاحب پرنامبٹیؒ

خلیفہ ومجاز: مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلالآبادیؒ

خلیفہ ومجاز: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حمد ہے سب تیری ذات کبریا کیواسطے
اوردر ودونعت ختم الانبیاء کیو اسطے
اورسب اصحاب وآل مجتبیٰ کے واسطے
رحم کر مجھ پرالٰہی اولیاء کے کے
واسطے
بالخصوص ان اولیائے باصفا کے واسطے
مولوی اشرف علی شمس الہدیٰ کے واسطے
حاجی امداداللہ ذوالعطا کے واسطے
حاجی عبدالرحیم اہل غزا کے واسطے

شیخ عبدالباری شہِ بے ریا کے واسطے
شاہ عبدالہادی پیر ہدے کے واسطے
شاہ عضدالدین عزیز دوسرا کے واسطے
شہ محمداور محمدی اتقیا کے واسطے
شہ محب اللہ شیخ باصفا کے واسطے
بوسعید اسد اہل ورا کے واسطے
نشہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے
شہ جلال الدین جلیل اصفیا کیواسطے
عبدقدوس شہ صدق وصفا کیواسطے
اے خدا شیخ محمد راہنما کے واسطے
شیخ احمد عارفِ صاحب عطاء کیواسطے
احمد عبدالحق شہ ملکِ بقا کیواسطے
شہ جلال الدین کبیر اولیاء کے واسطے
شیخ شمس الدین ترک باضیا کیواسطے
شیخ علاالدین صابر بارضا کیواسطے
شہ فریدالدین شکرگنج بقا کے واسطے
خواجہ قطب الدین مقتول دلا کیواسطے
شہ معین الدین حبیب کبریاء کے واسطے
خواجہ عثمان با شرم وحیا کے واسطے
خواجۂ مودود چشتی پارسا کے واسطے
شاہ بویوسف شہ شاہ وگدا کیواسطے
بومحمد محترم شاہِ وِلا کے واسطے

احمد ابدال چشتی باسخا کے واسطے
شیخ ابو اسحاق شامی خوش ادا کیواسطے
خواجہ ممشاد علوی بو العلا کیواسطے
بوہبیرہ شاہ بصری پیشوا کیواسطے
شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کیواسطے
شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کیواسطے
شیخ حسن بصری امام اولیاء کیواسطے
ہادی عالم علی شیر خدا کیواسطے
سرور عالم محمد مصطفے کے واسطے
یاالٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے
یاحق اپنے عاشقان باوفا کیواسطے
یارب اپنے رحم واحسان وعطا کیواسطے
کر رہائی کا سبب اس مبتلا کیواسطے
کون ہے تیرے سوا مجھ بےنوا کیواسطے
ہے عبادت کا سہارا عابدوں کیواسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کیواسطے
بخش وہ نعمت جو کام آوے سدا کیواسطے
اپنے لطف ورحمت بے انتہا کیواسطے



معمولات

صبح و شام

معمولات اور ان کی تعداد کم ہوں یا زیادہ مشائخ اپنے مریدین و متوسلین کو ان کے حسب احوال ارشاد فرماتے ہیں۔ راقم السطور مندرجہ ذیل طریقے پر سالکین طریقت و عاشقان حق کی رہنمائی کا ادنی فریضہ انجام دیتا ہے۔

﴿طبقۂ اولیٰ﴾

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت حکیم الامتؒ کے بعض ذاتی معمولات یہ تھے۔ تہجد کے بعد آپ اس طرح معمولات کو شروع فرماتے:

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي عَنْ غَيْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِي بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ ________ 3، بار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ________ 100 بار

درود شریف۔ ________ 00 بار

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ ________ 200 بار

اِلَّا اللّٰه۔ ________ 400 بار

اَللّٰهُ اللّٰه۔ ________ 600 بار

اَللّٰهُ۔ ________ 100 بار

تلاوت کلام پاک کم از کم ایک پارہ مع سورۂ یسین شریف۔

مناجات مقبول حضرت حکیم الاتؒ۔ ایک منزل

شام کے معمولات

استغفار۔ ______ 100، بار

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100، بار

درود شریف۔ ______ 100، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

طبقۂ ثانیہ — صبح کے معمولات

أَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي عَنْ غَيْرِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِي بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ ______ 3، بار

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ______ 100، بار

درود شریف۔ ______ 100، بار

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100، بار

اَللہُ اللہ۔ ______ 100، بار

اللہ۔ ______ 100، بار

کم از کم سورۂ یسین شریف کی تلاوت، زیادہ سے زیادہ تلاوت کی کوئی حد نہیں۔

مناجات مقبول حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ہر روز۔ ______ ایک منزل

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

شام کے معمولات

استغفار۔ ______ 100، بار

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔ ______ 100، بار

درود شریف۔ ______ 100، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

(نوٹ)

طبقۂ اولیٰ کیلئے حسب طاقت صبح میں

سورۂ اخلاص۔ ______ 100، بار

تیسرا کلمہ، سُبحَانَ اللّٰہِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ وَلا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَر۔ ______ 100، بار

طبقۂ اخیر کیلئے صبح کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ______ 33، بار

أَستَغفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِن کُلِّ ذَنبٍ وَّأَتُوبُ اِلَیہ۔ ______ 33، بار

أَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الاُمِّیِّ وَآلِہٖ وَبَارِك وَسَلِّم۔ ______ 33، بار

قرآن شریف کی تلاوت کم ازکم دس آیتیں۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

شام کے معمولات

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ______ 33، بار

استغفار۔ ______ 33، بار

درود شریف۔ ______ 33، بار

سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس، تین تین مرتبہ۔

عشاء کی نماز کے بعد وتر سے قبل دو یا چار رکعت تہجد ہر طبقہ کیلئے۔



{مؤلف کا تعارف}

نام	:	محمد علاء الدین قاسمیؔ ابن الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب۔
ولادت و پیدائش	:	مقام و پوسٹ: جھگڑوا، تھانہ جمال پور، وایا گھنشیام پور، ضلع دربھنگہ بہار (انڈیا)
ابتدائی تعلیم	:	ناظرہ، وحفظ، وقرأت قرآن شریف: مدرسہ عربیہ حسینیہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد یوپی۔
عربی اول	:	جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد (یوپی)
عربی دوم، سوم	:	مدرسہ جامعہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ (یوپی)
اعلیٰ تعلیم	:	عربی چہارم تا دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند (یوپی)
فراغت	:	۱۹۹۱ء

بعد فراغت مصروفیات...

درس وتدریس : درجہ سوم تا ہفتم: مدرسہ حسینیہ شریوردھن کوکن مہاراشٹر۔

حرمین شریفین کی زیارت اور عملی سرگرمیاں: فریضۂ امامت اور جدہ اردو نیوز کے لئے کالم نگاری۔

موجودہ مصروفیات : خانقاہ اشرفیہ پالی کی ذمہ داری اور تصنیف وتالیف کے مشاغل۔

مؤلف کی مشہور کتابیں

۱۔ رمضان المبارک سے محرم الحرام تک۔
۲۔ اپنے عقائد کا جائزہ لیجئے۔
۳۔ نکاح اور طلاق۔
۴۔ حج گائیڈ۔
۵۔ چالیس حدیثیں۔
۶۔ جادو ٹونا، اور کہانت کا حکم۔
۷۔ دس عظیم صحابہ کرامؓ کے ایمان افروز واقعات۔
۸۔ وعظ وادب کا خزانہ۔
۹۔ عظمت قرآن۔
۱۰۔ مسائل حاضرہ۔
۱۱۔ قربانی کے ضروری مسائل۔
۱۲۔ اصلاح کا تیر بہدف نسخہ۔
۱۳۔ چراغ اصلاح۔
۱۴۔ تکبر ایک وبال ہے۔
۱۵۔ تنقید ایک بُری عادت ہے۔
۱۶۔ جنت کے حسین محلات اور لذیذ و نفیس نعمتیں۔
۱۷۔ تراویح کا پیسہ لینا جائز نہیں۔

۱۸۔رمضان المبارک کو نفع بخش اور مقبول بنانے کے صحیح طریقے۔

۱۹۔قیامت کی آخری علامتیں۔

۲۰ تصوف کی اہمیت وضرورت۔

۲۱۔غیبت ایک گندہ عمل ہے۔

۲۲۔اصلاح کے قیمتی موتی۔

۲۳۔اصلاح کے اہم نسخے۔

۲۴۔اخلاص اور اخلاق۔

۲۵۔اصلاحی واقعات جلد،اوّل۔

۲۶۔اصلاحی واقعات جلد دوم۔

۲۷۔اصلاحی واقعات جلد سوم۔

۲۸۔دعاء کا صحیح طریقہ۔

۲۹۔اصلاح کا مبارک سفر۔

۳۰۔قربانی کی شرعی حیثیت۔

۳۱۔پنج وقتہ نماز اور ان کے ضروری مسائل۔

۳۲۔محرم الحرام تاریخ وشریعت کے آئینے میں۔

۳۳۔عہدہ ومنصب کا حریص،رسوائی اور وبال کا طالب ہے۔

۳۴۔اتحاد واتفاق کے بغیر آپ کی جماعت کا فیل ہونا طے ہے۔

۳۵۔علماء کرام اصلاح کی روحانی چھاؤں میں۔

۳۶۔حیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہم اخلاقی وعملی مفید گوشے۔

﴿بیعت سے آدمی پاک صاف ہوجاتا ہے﴾

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرا بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا تھا، مگر ہمت نہیں ہوتی تھی کیونکہ مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ اگر بیعت ہونے کے بعد بھی گناہ ہوتے رہے تو بیعت ہونے سے کیا فائدہ؟ اس لئے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کردیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں، احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ: ایک دریا تھا اس کے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آجا۔ اس نے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے میں تیرے پاس آسکوں، تو بالکل صاف وشفاف، میں بالکل نجس، پلید، ناپاک، دریا نے جواب دیا تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں پاتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے پاک ہو نہیں سکتا، تو بس ہمیشہ کیلئے دوری ہی رہی، ارے بھائی پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کرکے بلا پس وپیش میرے اندر کود پڑ بس، پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھے گی جو تیرے سر پر ہوکر گذر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھو کر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل صاف کردے گی۔ (اشرف السوانح، ج/2، صفحہ/51)

نوٹ:

اس مضمون کو طباعت کے وقت بیک فرنٹ پر ڈالیں